9/87

قد افلح من تزکی و ذکر اسم ربہ فصلی (القرآن الکریم)

وہ فلاح پا گیا جس نے تزکیہ کرلیا اور اپنے رب کے نام کا ذکر کیا پھر نماز کا پابند ہو گیا

المجاہد من جاہد نفسہ (حدیث شریف)

مجاہد وہ ہے جو اپنے نفس کے خلاف جہاد کرے

ماہنامہ المرشد چکوال

بیادِ

شیخ العرب والعجم صدیق دوراں مجدد طریقت مجتہد فی التصوف بحر علوم شریعت

امام اولیاء شیخ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ حضرت العلام قلزم فیوض برکات

اللہ یار خان رحمۃ اللہ علیہ

ادارہ العرفان منارہ ضلع چکوال

اداریہ

اسلام ایک بہت بڑی قربانی کا نام ہے اور اللہ کی ذات اور صفات پر ایمان لانے کے بعد انسان کی پسند و ناپسند ختم ہو جاتی ہے اور صرف ایک راستہ باقی رہ جاتا ہے جو اطاعتِ الٰہی کا راستہ ہے اور یہ بھی اپنی پسند سے مقرر نہیں کیا جا سکتا بلکہ ایمان بالرسالت سے مراد ہی یہ ہے کہ تمام امور میں راہنمائی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کی جائے۔ اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ انسان کی اپنی کوئی قدر و قیمت نہیں رہتی بلکہ ایمان لا کر انسان ان عظمتوں اور بلندیوں پر نظر آتا ہے کہ اس کے جملہ امور کے متعلق بارگاہ الوہیت سے پروگرام جاری فرمائے جاتے ہیں۔ قدم قدم پر الطافِ خسروانہ سے نوازا جاتا ہے کہ اب آرام کرو اور اب اٹھ جاؤ۔ یہ عبادت کا وقت اور یہ وقت تمہارے دنیوی کاموں کا ہے۔ اس سے لڑ سکتے ہو اور اس آدمی سے صلح کر لو۔ یہ چیز کھا لو مفید ہے۔ یہ مت کھاؤ کہ نقصان دہ ہے۔ اگر کوئی سب سے پُرلطف نظارہ کرنا چاہے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی مکی زندگی کی شان کو دیکھے اور صحابہ کرام رض کے کمالات کو دیکھے۔ کہ دنیا کا ہر ظلم برداشت کرتے ہیں بھوک پیاس برداشت کرتے ہیں مار کھاتے ہیں مگر اُف تک نہیں کرتے بلکہ ہاتھ اُٹھانے کی اجازت نہیں ملتی تو کسی کا ہاتھ اُٹھتا ہُوا نظر نہیں آتا اور کوئی یہ شکوہ تک نہیں کرتا کہ آخر ہم کیوں مار کھاتے رہیں اور صرف برداشت کرتے رہیں۔ آپ حضرت بلال رض کے حالات سے واقف ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رض کا مقام ہی دوسرا ہے کہ ابی دغنہ کو فرماتے ہیں میں کسی کافر کی ضمانت پر نہیں رہنا چاہتا تم اپنی پناہ واپس لو اور قرآن کی تلاوت بھی ضرور کروں گا۔ میں آپ کو ایک غریب اور کمزور خاندان کی طرف متوجہ کرنا چاہوں گا جو آلِ یاسر کہلاتے ہیں جنہیں تین روز مسلسل اذیت دی جاتی رہی۔ حضرت یاسر رض حضرت عمار رض ان کے بیٹے ان کی بیوی اور بیٹی یہ ابوجہل کے ستم کا نشانہ بنتے رہے۔ بوڑھے یاسر رض کے سامنے جہاں اکلوتا جوان بیٹا تڑپتا تھا،

وہاں جوان بیٹے اور بیوی کا تڑپنا کس قدر اذیت ناک ہو گا جبکہ خود اپنی پٹائی بھی کوڑوں سے کی جارہی ہو مگر حرفِ شکایت زبان پر نہیں آتا۔

انسان اندازہ نہیں کرسکتا کہ اسی حال میں جب اتفاقاً نبئ رحمت صلّی اللہ علیہ وسلّم کا گذر ہوتا ہے تو آپؐ ٹھہر جاتے ہیں۔ ظالموں کو دیکھ کر کچھ ارشاد نہیں فرماتے مظلوموں کو دیکھتے ہی تو لبوں کی مبارک کلیاں کھلتی ہیں پھول جھڑتے ہیں اِصْبِرُوا یَا اٰلِ یَاسِر اِنَّ مَوْعِدَکُمُ الْجَنَّة اوکما قال (آلِ یاسر صبر کرو جنّت تو تمہاری ہے ہی) پھر کیا فکر ہے۔ اللہ اللہ یہ اسلام ہے۔ اللہ پر اور اس کے رسولِ مقبول صلّی اللہ علیہ وسلّم پر مکمل اعتماد۔ شدائد میں صبر اور آسائش پر شکر حتیٰ کہ ابوجہل نے ساری قوت اس ضعیفہ پر صرف کردی کہ ایک بار زبان سے مسلمان ہونے کا انکار کردے مگر اس عفیفہ نے اس کے منہ پر تھوک دیا۔ ظالم نے نیزہ مارا اور شہید کر دیا۔ یہ پہلا خون تھا جو اللہ کی راہ میں زمین پر گرا۔ تب سے اب تک مسلمان اللہ کے لیے جیتا اور اللہ کے لیے مرتا ہے۔ تاریخ اسلام کا ایک ایک ورق اس کا گواہ ہے۔ آج کا گیا گزرا مسلمان بھی خالی ہاتھ خالی پیٹ روس کے ریچھ کو نچا رہا ہے اور ایک نئی تاریخ اور نئی مثال رقم کر رہا ہے۔

اسی طرح یہ محرّم کا مبارک مہینہ جو پہلے سے حُرمت کا مہینہ تھا ایک عظیم قربانی کی یادوں کا امین ہے۔ جب نواسہ رسولِ مقبول صلّی اللہ علیہ وسلّم جوانانِ جنّت کے سردار حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو دھوکا بازوں نے کوفہ بلایا اور جب وہ کوفہ سے دمشق کی طرف تشریف لے جارہے تھے کربلا کے مقام پر جو کوفہ سے دمشق جاتے ہوئے تیسری منزل ہے ظلماً شہید کر دیا۔

آپؓ کے ساتھ خانوادۂ نبوّت کے علی اختلاف الروایات سولہ سے بائیس چراغ بھی گُل کیے گئے۔ جہاں ایک طرف ظلم و بربریت کی انتہا نظر آتی ہے وہاں کمالِ اسلام حسنِ اسلام سے جذبۂ قربانی بھی اپنی بلندیوں پر نظر آتا ہے اور محرم کی گھڑیاں اعلان کرتی ہیں کہ مومن کا سر کٹ سکتا ہے مگر خلافِ شریعت امور پر جھک نہیں سکتا۔ مومن دولت و اقتدار تو چھوڑ کر گھر کو لٹا سکتا ہے مگر سنّتِ مطہرہ سے ہٹ کر کوئی قدم نہیں اٹھا سکتا کہ اس کی منزل اللہ جلّ شانہ کی جنّت ہے دنیا کے لذائذ ہرگز اس کی منزل نہیں ہیں۔

کچھ لوگوں نے اسے باعثِ فخر اور ایک رہنما اصول بنانے کی بجائے اس کے نام پر خلافِ شرعی امور کو رواج دیا اور ایک پورا فرقہ قائم کر دیا۔ جس نے تعزیے، ماتم، جلوس، گھوڑے اور مختلف امور کو دینی فریضے کے طور پر اپنا لیا۔ میں اس بحث میں آپ کو نہیں لانا چاہتا کہ کل میدانِ حشر ہو گا۔ اللہ جل شانہ کے حضور حضرت حسین رضی اللہ عنہ بھی ہوں گے اور ہم تم سب لوگ بھی سو جسے جس طرف اللہ کی رضا نظر آتی ہے اسے اپنا لے — لیکن ایک بات میں عرض کروں گا کہ وہ لوگ جو اِن امور کو شریعتِ مطہرہ کے خلاف سمجھتے ہیں اور اہلِ سنت والجماعت کہلاتے ہیں یعنی ہر اس کام سے بچنے والے جو خلافِ سنت ہو اور ہر وہ ادا اپنانے والے جو سنت سے ثابت ہو وہ اپنے کو ان جملہ امور سے الگ نہیں رکھ سکتے کیا وہ اسے تماشہ سمجھ کر جاتے ہیں تو کتنی زیادتی ہے کہ کوئی عبادت کرے آپ تماشہ دیکھیں اور اگر خلافِ شریعت جانتے ہیں تو بڑا ظلم ہے کہ اسے دیکھنے جائیں یا چندے دیں اگر اہلِ سنت اللہ کا خوف اور آخرت کے دن کو سامنے رکھتے ہو تو ان امور سے علیحدہ ہو جائیں تو جہاں یہ نیکی ہے وہاں قوم اور ملک پر بہت بڑا احسان ہو گا کہ جھگڑے اور فساد کا اندیشہ ہی نہ رہے اور پولیس تو بجائے خود اب تو فوج کو مداخلت کرنا پڑتی ہے ملک اس مصرف سے بھی بچ جائے گا اور یہی دولت کسی اور قومی منصوبے پر خرچ کی جا سکے گی۔ ہمارا ملک اندرونی جھگڑوں کا متحمل نہیں ہو سکتا دنیا بہت آگے نکل چکی ہے ہم سب پر فرض عائد ہوتا ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی قربانی سے قربان ہونے کا درس لیں۔ جذبہ اخذ کریں اور اپنی قوتوں کو اسلام اور وطن عزیز کی تعمیر پر صرف کریں۔ اہلِ سنت والجماعت بھائیوں سے نہایت دردمندانہ اپیل کی جسارت کرتا ہوں کہ ہرگز فساد نہ کریں اور خود کو ان امور سے الگ کر لیں۔ تلاوت کریں۔ نوافل پڑھیں۔ ذکر و اذکار کی محافل سجائیں اور تعمیرِ وطن کا مقدس فریضہ انجام دیں۔

اللہ کریم آپ اور ہم سب کا حامی و ناصر ہو۔

فقیر محمد اکرم عفی عنہ

باتیں اُن کی خوشبو خوشبو

ارشادات حضرت مولانا اللہ یار خان

ترتیب: محمد اسلم عادل۔ ایم اے، ایم ایڈ

فرمایا: اہل سنت والجماعت کا اجتماعی عقیدہ ہے کہ صاحبِ قبر سے فیض ہوتا ہے۔ رُوح زندہ ہے اور اس کی موت صرف انقطاع عن البدن ہے۔ اسی کو فنائیت کہہ دیا جاتا ہے، اس کی فنائیت تو "آنی" ہے مگر بقا دوامی۔ رُوح کی بدن سے جدائی کو ہی موت کہہ دیا جاتا ہے ورنہ رُوح پر موت وارد نہیں ہوتی جیسے جنّت دوزخ ان کے عذاب و ثواب، لوح محفوظ، کرسی، یہ سب چیزیں ہیں تو حادث ہی، قدیم نہیں۔ مگر یہ فنا نہ ہوں گی یہی حال روح کا ہے۔ مگر ایک بات یاد رکھنے کی ہے کہ روح سے حصولِ فیض کے لیے روح کے ساتھ رابطہ کا قائم ہونا ضروریات میں سے ہے اور مبتدی اگر سو سال بھی کسی قبر پر بیٹھا رہے، جب کوئی زندہ شیخ اس کو یہ رابطہ پیدا نہ کرائے خود بخود حاصل نہیں ہو سکتا کیونکہ ہمارے اور اُن کے درمیان ہزاروں حجابات حائل ہیں۔ یہ بات نہیں کہ وہ محض چند فٹ زیرِ زمین ہیں۔ بلکہ وہ ایک اور عالم میں ہیں۔ سو کوئی ایسی ہستی ضروری ہے جو اپنی توجہ سے حجابات پھاڑ کے رکھ دے اور وہاں تک پہنچا کر ان سے رابطہ پیدا کرا دے۔ ان سے ایسا تعلق کارشتہ قائم ہو جائے تو فیض شروع ہو جاتا ہے۔

فرمایا: ہر عارف ذاکر تو ہوتا ہے مگر ہر ذاکر عارف نہیں ہوتا۔ اور محض ذکر کے لیے شیخ کی ضرورت بھی نہیں۔ اذکار مسنونہ بہت ہیں۔ بے شک پڑھا کرے اور ذکر کیا کرے مگر حصولِ معرفت کے لیے طالب کو شیخ کی ضرورت ہے۔ اور منازل سلوک بغیر شیخ

کی راہنمائی کے کوئی نہیں پا سکتا۔ بلکہ ایسی ضرورت ہے جیسی کسی اندھے کو رہنمائی کی۔ کیونکہ اس کی راہ میں بے شمار سخت گھاٹیاں ہیں جن میں سے کسی میں بھی گرنا سخت ہلاکت اور تباہی کا سبب ہے۔ اور سالک خود تو اس راہ سے آشنا نہیں اس لیے ضروری ہے کہ آگاہِ راز اس کی راہنمائی کرے اور نشیب و فراز سے بچاتا ہوا نکال لے جائے اور شیخ کا اتباع کامل طور پر کرے۔

منازل سلوک میں انسان کتنی بھی بلندی پر چلا جائے رابطہ بالشیخ ہی اس کی اساس و بنیاد ہے جیسے پتنگ کتنی بھی بلندی پر چلی جائے، ڈور اس کے لیے ضروری ہے۔ اگر یہ رشتہ ٹوٹ جائے تو وہ اڑنے کی جگہ بتدریج گرنا شروع ہو جائے گی اور بالآخر درختوں اور جھاڑیوں میں اُلجھ کر برباد ہو جائے گی۔

فرمایا: لطائف میں طالب کی مثال بالکل ایسی بیمار کی سی ہے جو دوا اور غذا وغیرہ کے معاملہ میں ڈاکٹر کے تابع ہے۔ ڈاکٹر ہی جان سکتا ہے کہ اس کی دوا کیا ہے اور کس شے سے پرہیز اس کی صحت کے لیے ضروری ہے تو بالکل اس مریض کی طرح صحت کی طلب میں تلخ دوائیں پینا اور مرغوب غذاؤں سے پرہیز کیا کرتا ہے ایسے ہی طالب کو شیخ کی اطاعت ضروری ہوتی ہے۔ مگر شیخ بھی ہر کسی کو نہیں بنایا جا سکتا۔ لوگ جہلا کے پیچھے چل کر تباہ ہو رہے ہیں۔ یاد رکھیں کہ شیخ کے لیے عالم ہونا ضروری ہے۔ جاہل کی بیعت حرام ہے اور بیعت لینے اور کرنے والا دونوں فاسق و فاجر ہیں۔ ہاں یہ ضروری نہیں کہ وہ مروّجہ نصابِ تعلیم پڑھا ہوا ہو۔ صحابہ کرام رضا اور اکثر تابعین کتب پڑھے ہوئے نہ تھے بلکہ ارشاداتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے جاننے والے تھے جو آپؐ نے ارشاد فرمایا انہوں نے ازبر کر لیا۔ اسی طرح اگر کوئی اُردو پڑھ کر ہی مسائل سیکھ لے یا سُن کر ہی یاد کر لے کوئی بھی صورت ہو، ضروریاتِ دین سے واقف ہونا ضروری ہے۔ یہی مسلک اہلِ سنت ہے۔ نیز شیخ کے لیے صرف عالم ہونا ہی شرط نہیں بلکہ علم کے ساتھ عمل بھی ہو۔ متبع شریعت ہو۔ فرائض و سنت کا پابند ہو۔ شیخ کو چاہیے کہ وہ نوافل ضرور پڑھے کہ اس سے قلب کی نگہداشت بھی رہتی ہے۔ اور قربِ الٰہی کا سبب بھی ہیں۔ سب سے ضروری ہے کہ فنِ سلوک کا ماہر ہو۔ یہ تو ممکن ہے کہ کوئی طالب شیخ سے زیادہ متقی ہو مگر جس علم کا (یعنی طالبین کی اصلاح و تزکیہ کا طریق) وہ طالب ہے اس میں شیخ کا ماہر ہونا ضروری ہے۔

قرآن کریم نے شیخ کی چار شرائط بیان فرمائی ہیں (۱) اونٹ کی طرح مشقت برداشت کرنے والا ہو (۲) آسمان کی طرح بلند ہمت ہو۔

(۳) پہاڑوں کی طرح ثابت قدم (۴) زمین کی طرح متوازن یعنی اس میں عجز و انکسار ہو۔

فرمایا: آداب شیخ میں تو اس حد تک ہے کہ شیخ کے چہرے کو بھی مسلسل نہ گھورے اور ٹکٹکی باندھ کر نہ دیکھے کہ مبادا سوئے ادب شمار ہو۔ مگر فی زمانہ جو اعظم المصائب ہے وہ یہ کہ علم اٹھتا جا رہا ہے اور علماء ختم ہو رہے ہیں۔ خصوصاً یہ فن — تصوف (احسان و تزکیہ و سلوک) کا علم تو بالکل ہی کمیاب ہو رہا ہے۔ لوگ اپنی جہالت اور دوں ہمتی کی وجہ سے انکار میں مبتلا ہیں۔ حالانکہ کتاب اللہ پر اگر نظر کی جائے تو اول تا آخر اس میں ایک قدر مشترک نظر آتی ہے یعنی اس کی ساری تعلیمات دنیا سے چھڑا کر متوجہ الی اللہ کرتی ہے۔ جس قدر آسمانی کتب نازل ہوئیں یعنی ایک صد اور چار — ان کا جملہ علم ان چار کتابوں میں ہے، ان سب کا قرآن کریم میں اور قرآن کریم کا سارا مفہوم سورۂ بقرہ میں ملتا ہے۔ سورۂ بقرہ کا خلاصہ سورۂ فاتحہ میں اور سورۂ فاتحہ کا خزانہ بسم اللہ ہے — بسم اللہ کا راز اس کی "ب" میں ہے کہ یہ بائے تلبس ہے یعنی ساری کائنات سے کٹ کر اللہ سے واصل ہو جا۔ یہی بعثت انبیاء کا مقصد ہے۔ اللہ سے بچھڑی ہوئی مخلوق اور شیطنت کی زنجیروں میں جکڑی ہوئی انسانیت، ادھر سے کٹ کر اللہ تعالیٰ سے جڑ جائے۔ مگر بدنصیبی یہ ہے اسی شئے کا انکار کیا جا رہا ہے۔ اصل مصیبت یہ ہے لوگوں سے یہ علم اٹھ گیا۔ جہالت کی بناء پر انکار کیے دیتے ہیں۔ اس انکار کرنے والوں کے مقابل ایک اور گروہ ہے جو رنگ نما، اور رنگ فروش ہے جو دعویٰ کرتے ہیں مگر افسوس عملاً کچھ نہیں کر پاتے۔ "رنگ ساز" نہیں۔ عوام کا یہ حال ہے کہ بے چارے رہبر اور رہزن میں تمیز سے عاری ہیں، یہ طبیب اور دوا فروش کے فرق کو نہیں جانتے اور مریض کے پاس معالج کے پاس جانے کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ آج کل تو دل تقریباً سارے ہی مریض اور مختلف بیماریوں کا شکار ہیں۔ الامان والحفیظ۔

فرمایا۔ تصوف میں تین مدارج ہیں۔ پہلا درجہ ذکر لسانی کا ہے۔ زبان سے ذکر کرے۔ اللہ اللہ کرے۔ سبحان اللہ، لا الہ الا اللہ، پڑھے۔ درود و استغفار اور مختلف وظائف پڑھے۔ یہ ایسا درجہ ہے کہ جیسے ادویات کو کوٹا چھانا جائے۔ یہ استعمال کی تیاری ہے۔ اگر یہیں بس کر دے تو شفا کا حصول محال!

اس سے آگے ذکر قلبی اور لطائف ہیں۔ یہ دوسرا درجہ ہے۔ لطائف کرنے لگا گویا دوا کا استعمال شروع ہو گیا۔ اب

جیسے جیسے دوا کھاتا جائے گا اس میں صلاحیت آتی جائے گی۔ اور جب صحت ہوگی تو چلنے پھرنے لگا گویا منازل سلوک میں سیر شروع ہو جائے گی۔ اب اس دوا کے استعمال کے ساتھ مضر اغذیہ سے پرہیز بھی حصولِ صحت کی شرائط میں سے ہے۔ جن گھروں میں اللہ کا ذکر ہوا نہیں غیر پسندیدہ چیزوں سے پاک رکھا جائے۔ اتباعِ شریعت کے ساتھ اجتناب عن المعاصی کا اہتمام ہو۔ تخلیہ ہو۔ شور و غل سے ہٹ کر تمام تر توجہ اللہ کی طرف لگائے۔ آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تخلیہ کے لیے غارِ حرا میں تشریف لے جاتے تھے۔ سو یہ سنتِ انبیاء ہے ۔۔ اگر دن اور روشنی ہو کپڑا لپیٹ لیا جائے نیز جہاں ذکر کیا جائے وہ جگہ پاک و صاف ہو۔ پھر قلب میں در آنے کے تمام راستوں کو بند کر دیا جائے۔ اس کی مثال حوض کی ہے۔ جسے باہر سے آنے والا پانی آلودہ نہ کر دے۔ اس لیے تمام نالیوں کو بند کر دیا جائے۔ منہ آنکھیں بند ہوں۔ کانوں کو بند رکھا جائے۔ پھر خود اس کے اندر سے چشمہ نکالا جائے۔ اسی میں ذکرِ الٰہی کی مشین لگائی جائے۔ جو اس کو سیراب کرے اور باہر کی کوئی ناپسندیدہ شے اس میں داخل نہ ہو سکے۔ جس قدر انقطاع عن الدنیا حاصل ہو گا اسی قدر دل کی طرف توجہ کامل ہو گی یہی توجہ اور ذکرِ الٰہی دل سے انوار کے فوارے نکالیں گے، تجلیاتِ باری تعالیٰ کا یہ آب مصفّٰی ایسے ہی دل سے نکلے گا جو صاف ستھرا اور علائقِ دنیا سے خالی ہو گا۔ پھر اس کی برکات کا اندازہ نہیں ۔ کہ یہ ایک عالم کے دلوں کو دھو ڈالے گا۔ اور جو بھی اس سے اپنا دل روشن کرنا چاہے گا یہ منوّر کرتا جائے گا۔ انشاء اللہ۔

فیصل آباد میں
کتب خانہ اویسیہ
کی مطبوعات
درج ذیل پتہ سے حاصل کریں
مسعود سنز
۵۹۷ - بی پیپلز کالونی
ستیانہ روڈ۔ نزد ریکس سینما
فیصل آباد

اسرار التنزیل

حضرت مولانا محمد اکرم مدظلہ العالی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۰

اَلَّذِیْنَ تَتَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ

ظَالِمِیْٓ اَنْفُسِهِمْ ....

سَلٰمٌ عَلَیْكُمُ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ

بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۰ (سورۃ نحل ۲۸ تا ۳۲)

خداوند کریم نے انسان کو شعور کی نعمت سے نوازا ہے۔ انسان کو یہ صلاحیت بخشی ہے کہ وہ دنیا کی چیزوں کا واقعات کا حالات کا تجزیہ کر سکے۔ مختلف چیزوں کو ایک دوسرے میں آمیز کر کے کوئی دوسری چیز ایجاد کرے۔ کسی چیز کو توڑ کر کوئی دوسری شکل بنا لے۔ یہ روئی سے دھاگہ دھاگے سے کپڑا تار سے ریشم اور گھاس کے ریشوں سے نئی نئی چیزیں ایجاد کرتا جاتا ہے یہ اس کے عقل و شعور کے کرشمے ہیں۔ دور حاضرہ میں عقل انسانی نے اس طرح سے ایجادات کی ہیں اور اس طرح سے اشیاء کا تجزیہ کیا ہے اور اس طرح انہیں آپس میں جوڑ کر اُن کی خصوصیات اور اُن کے ملنے سے وہ کیفیات پیدا کی ہیں اُن کا جس حد تک اس دور میں تجزیہ تعین دریافت کی گئی ہے حیرت ہوتی ہے۔ خود انسان کی عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ یہاں پہنچ کر انسانی استعداد کا کسی حد تک اندازہ ہوتا ہے کہ رب کریم نے اس میں کتنی صلاحیتیں رکھی ہیں اور یہی شے اس کے لیے باعث امتحان بن گئی ہے۔

بڑی عجیب بات ہے کہ دنیا میں کبھی کوئی شخص بُرا نہیں کرتا۔ سب سے عجیب بات یہ ہے کہ دنیا میں بسنے والا کوئی انسان برائی نہیں کرتا۔ اس لیے کہ وہ جو کچھ کرتا ہے،

اپنے شعور سے اپنی عقل سے کام لے کر کسی نہ کسی لالچ، کسی نہ کسی طمع، کسی نہ کسی فائدہ کے حصول کے لیے کرتا ہے اور جو کچھ وہ کرنا چاہتا ہے اُس کی عقل اُس کا شعور اُس کا فکر اُسے جواز مہیا کرتا ہے ___ تو آپ کسی بھی انسان سے پوچھیں، اُسے کسی بھی بُرائی پر ٹوکیں، تو وہ اُس برائی کو بُرائی نہیں سمجھے گا بلکہ اس کے لیے اُس کے پاس جواز موجود ہو گا اور وہ یہ کہے گا کہ مجھے یہ حق حاصل ہے کہ مَیں یہ کام کر سکوں ___ اگر کسی نے کسی دوسرے انسان کو قتل بھی کر دیا ہو، آپ قاتل سے پوچھیں کہ تُو نے اس کی زندگی کیوں چھین لی۔ تو اُس کے پاس بھی ایک جواز موجود ہو گا اور وہ یہ کہے گا کہ مَیں حق پر ہوں اور اسے قتل ہی ہو جانا چاہیے تھا۔ یہ اس انسانی فکر کے کرشمے ہیں ___

حتٰی کہ جو لوگ کفر کرتے ہیں اور انبیاء کو نہیں مانتے اُن کے پاس اپنے کافر رہنے کے لیے دلائل موجود ہوتے ہیں اور وہ یہ نہیں کہتے کہ ہم ظلم کر رہے ہیں یا ہم ناحق پر ہیں بلکہ وہ انبیاء کو مطعون کرتے ہیں اور اپنے حق پر ہونے کے مدعی ہیں۔ کیا آپ کو دنیا میں کوئی کافر نظر آتا ہے جو کہے کہ مَیں ناحق پر ہوں۔ مَیں باطل پر ہوں۔ یا وہ اپنی زبان سے اقرار کرے کہ مَیں کافر ہوں مَیں کفر پر ہوں۔ آپ کسی کافر سے بھی پوچھیے تو وہ آپ کو کافر کہے گا اور اپنے آپ کو حق پر سمجھے گا آپ کسی ہندو سے پوچھیں تو وہ کہے گا کہ یہ مسلمان جو ہے یہ گمراہ ہے۔ ہم حق پر ہیں۔ آپ کسی یہودی سے پوچھیں وہ کہے گا کہ یہودی حق پر ہیں باقی ساری دنیا گمراہ ہے۔

یعنی فکرِ انسانی میں یہ بات بھی ہے کہ ہر بات کے لیے وہ جواز پیدا کر لیتا ہے۔ اب جتنے انسان ہوں گے اتنے ہی مختلف طرح کے افکار اور مختلف طرح کے جواز پیدا ہوتے چلے جائیں گے۔ تو پھر تعیّن کس طرح سے ہو سکے گا کہ واقعی اچھا کام کس نے کیا۔ یعنی جس کی چوری ہو گئی وہ کہتا ہے میرے ساتھ اچھا نہیں ہُوا جس نے چوری کی وہ کہتا ہے مَیں نے اچھا کیا۔ اب وہ کہتا ہے کہ مَیں مظلوم ہوں وہ کہتا ہے اس کی سزا یہی تھی اس کے ساتھ انصاف ہُوا ہے تو مانیں گے کس کو۔ ایک شخص مشرق کو چلتا ہے وہ کہتا ہے حق اِدھر ہے دوسرا مغرب کو چل دیتا ہے وہ کہتا ہے حق اِدھر ہے۔ اب دونوں اپنے آپ کو حق پر بتاتے ہیں۔ تو اس طرح سے تو جتنے ارب انسان دنیا میں بستے ہیں سب کے سب اپنے آپ کو حق پر سمجھتے

ہیں تو حق کی تعیین کیسے ہو گی اور یہ تماشہ اُس وقت بنے گا جب عرصہ محشر بپا ہو گا سورۃ النحل کی یہ آیت کریمہ جو میں نے آپ کے سامنے تلاوت کی ہے یہ اُسی وقت کی منظر کشی کرتی ہے کہ تماشا یہ ہو گا کہ اَلَّذِیۡنَ تَتَوَفّٰىہُمُ الۡمَلٰٓئِکَۃُ ظَالِمِیۡۤ اَنۡفُسِہِمۡ ۔ (سورہ نحل ۲۸) وہ لوگ جو کفر میں مبتلا ہیں، اپنے آپ پر ظلم کر رہے ہیں جو شرک میں مبتلا ہیں اور کفر و شرک پر اُن کی موت بھی آگئی اُن کی رُوح قبض ہوئی تو وہ مسلمان نہیں تھے۔ ایمان نہیں لائے تھے۔ کفر پر خاتمہ بھی ہو گیا۔ جب میدانِ حشر میں پیش ہونگے تو فَاَلۡقَوُا السَّلَمَ . . . (نحل: ۲۸) تو بات کریں گے صلح کی۔ جب میدانِ حشر میں پیش ہوں گے تو کہیں گے کہ ہمارا تو کسی کے ساتھ کوئی جھگڑا نہیں۔ ہماری تو کسی کے ساتھ کوئی رنجش نہیں ہے۔ ہماری تو کسی کے ساتھ کوئی لڑائی نہیں ہے بلکہ ما کنا نعمل من سوء ہم نے تو پوری زندگی میں کبھی کوئی بُرائی نہیں کی۔ یعنی اپنے کو کفر پر رہنے کا بھی مستحق سمجھتے ہیں۔ دنیا میں جو کام اپنی مرضی کا جو اُن کے فکر نے کہا کہ اچھا ہے وہ کرتے رہے اب میدانِ حشر میں کہتے ہیں کہ یا اللہ ہم نے تو ساری زندگی نیکی کی ہے کوئی بُرائی کی ہی نہیں ہے۔ جو کام اچھا سمجھتے تھے کرتے تھے۔

ارشاد ہو گا بَلٰۤی اِنَّ اللّٰہَ عَلِیۡمٌۢ بِمَا کُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ ۔ اللہ کو بتانے کی کوشش نہ کرو۔ خدا خوب جانتا ہے تم کیا کرتے تھے۔ یہ نہ سمجھو کہ خدا کو علم نہیں ہے۔ فرشتوں نے زبردستی تجھے مجرموں کی صف میں رکھ دیا ہے اور تم جا رہے ہو۔ ایسی بات نہیں ہے بلکہ تمہارے کردار کا ایک ایک لمحہ ایک ایک سوچ، تمہاری ایک ایک حرکت تمہارا ایک ایک لفظ خداوند علیم کے علم میں موجود ہے۔ اب تم ایسا کرو فَادۡخُلُوۡۤا اَبۡوَابَ جَہَنَّمَ خٰلِدِیۡنَ فِیۡہَا ۔ (نحل: ۲۹) دوزخ میں داخل ہو جاؤ تمہیں ہمیشہ دوزخ میں ہی رہنا ہے۔ چند دنوں کے لیے چند مہینوں یا چند سالوں کے لیے نہیں ابدالآباد کے لیے دوزخ میں داخل ہو جاؤ۔ فَلَبِئۡسَ مَثۡوَی الۡمُتَکَبِّرِیۡنَ ۔ (نحل: ۲۹) اور دوزخ بہت بُرا ٹھکانہ ہے لیکن متکبرین کے لیے —

بات بظاہر تو بڑی عجیب لگتی ہے۔ اس دنیا میں بھی وہ لوگ سوچا کیے کہ ہم اچھا کام کر رہے ہیں۔ میدان حشر میں بھی وہ لوگ عرض کرتے ہیں کہ بارِ الٰہا ہم نے پوری ذمہ داری سے سوچ سمجھ کر جس کام کو اچھا سمجھا وہ کیا۔ اور ہم نے تو کسی کے ساتھ زیادتی نہیں کی۔

جواب یہ ملتا ہے کہ تو نے جو کچھ کیا میں جانتا ہوں تم دوزخ میں داخل ہو جاؤ اور تجھے ہمیشہ دوزخ میں رہنا بھی ہے اور یہ متکبرین کی جگہ ہے اور یعنی تم متکبر بھی ہو۔

تو یہ مصیبت کہاں سے آئی۔ دراصل خدا نے فکر و شعور تو بخشا ہے لیکن یہ فکر و شعور جو ہے یہ اپنی حدود احکامِ الٰہی کے اندر رکھنے کے لیے۔ یہ فکر و شعور انسان کو اس لیے نہیں دیا گیا کہ یہ اللہ کے مقابل خود خدا بن بیٹھے بلکہ یہ فکر و شعور اس لیے دیا گیا ہے کہ اس کی مدد سے عظمتِ باری کو دیکھ سکے۔

یہ جو شعور بخشا گیا ہے انسان کو اس لیے بخشا گیا ہے کہ اس کی مدد سے اللہ کی عظمت کو جان سکے۔ یہ مصرف ہے اُس کا نہ یہ کہ خدا کے احکام کے مقابلے میں اپنی عقل سے کسی کام کو اچھا سمجھے اور کسی کو بُرا کہہ دے۔ چونکہ تمام امور میں جو باریکیاں ہیں جو اُن کے نتائج و عواقب ہیں اُن سے خدا واقف ہے مخلوق نہیں تو پھر جس کام کو کرنے کا جس انداز سے اللہ نے حکم دیا ہے اُس کام کو اللہ کا حکم مانتے ہوئے اُس انداز سے کرنے کے لیے انسان کو شعور بخشا گیا ہے۔

اِس کا مصرف یہ نہیں ہے کہ وہ اپنے آپ کو خدا سمجھ لے اور خود کسی بھی شے کا اچھا یا بُرا ہونے کا فیصلہ اپنے ہاتھ میں لے لے۔ یہ گویا اُس نے اللہ کی الوہیت کو للکارا ہے چونکہ خدا کی واحد ملکیت ہے ساری کائنات۔ وہ اس کا خالق ہے وہ اس کا مالک بھی اکیلا ہے اور اس میں جتنی خصوصیات جتنی صفات جتنی خوبیاں جتنے کمالات جتنے نتائج مرتب ہوتے ہیں یہ ساری چیزیں خود اس کی پیدا کردہ ہوتی ہیں۔ اب اگر کوئی شخص انسان ہوتے ہوئے اپنی ناقص نگاہ سے اپنے محدود اور ناقص اور کمزور اور خام علم سے کسی شے کا تعین کرتا ہے کہ یہ نیکی ہے، تو کیا یہ معیار قابلِ قبول ہے۔

اللہ فرماتے ہیں نیکی یہ ہے وہ معیار قابلِ قبول ہے۔ یقیناً وہ اچھائی ہے جو اللہ نے بتا دیا ہے کہ یہ کام اچھا ہے وہی کام نیکی ہے جس کی تعین ربّ العزت نے کردی کہ یہ نیکی ہے اور جس کے متعلق اللہ کے رسولؐ نے اطلاع دے دی کہ یہ نیکی ہے، تو گویا ایک معیار ہاتھ آگیا انسانیت کے اچھائی کا وہ کیا ہے خدا اور خدا کے رسول کا حکم۔ اب اِس سے ہٹ کر کوئی شخص اپنی رائے سے حضورؐ کی سنّت کے خلاف خدا کے حکم کے خلاف کسی کام کو وہ نیکی کہتا ہے تو اللہ کریم فرماتے ہیں اس شخص نے گویا میری برابری کا دعویٰ کیا اور خود اُس منصب پر اپنے آپ کو بٹھانے کی کوشش کر رہا ہے جو منصب اللہ کو سزاوار ہے اور یہی فلسفہ ہے کفر کا۔

اور یہی فلسفہ ہے گناہ کا۔

آپ کسی گنہگار کو دیکھیں اس کے دل میں اپنے فعل کا جواز موجود ہوگا اور وہ اپنے آپ کو حق پر ثابت کرنے کی کوشش کرے گا۔

یہی بات میدانِ حشر میں ہوگی تو ظالم و بدکار یہی کہیں گے کہ اے اللہ ہم نے تو ساری زندگی جو اچھا سمجھا وہ کیا۔ حکم ہوگا تمہارا سمجھنا معیار نہیں تھا میرا حکم معیار تھا۔

سب سے بڑی زیادتی ہے کسی کو قتل کرنا لیکن جسے قتل کرنے کا اللہ حکم دے دے اُسے قتل نہ کرنا بڑی زیادتی ہے۔ یعنی انسانی نگاہ میں کسی کو قتل کرنا بڑی زیادتی ہے۔ لیکن ایک شخص کے قتل کرنے کا حکم خدا دے دیتا ہے تو وہاں قتل نہ کرنا زیادتی بن جائے گی۔ ہماری عقل یا ہمارا شعور فیصلہ نہیں دے سکتا۔ فیصلہ اُس کے ہاتھ میں ہے۔

دنیا میں حضور نبی کریم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے بڑھ کر کیا آپ کے پاؤں کی خاک کے برابر بھی کوئی رحیم کریم رحمدل اور شفیق انسان خدا نے پیدا کیا ہے۔ بلکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مجسم رحمت ہیں اللہ کی ارشاد ہوا:
وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ ۝ کہ سارے جہانوں کے لیے حضور رحمت ہیں، اللہ کی۔ رحمت مجسم ہیں۔ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تلوار لے کر میدان میں نہیں اُترنا پڑا۔ یعنی رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی زرہ اور تلوار پہن کر احقاقِ حق کے لیے اور ابطالِ باطل کے لیے میدان میں نظر آتے ہیں۔ گویا وہاں لڑنا اور جہاد کرنا ہی رحمت ہے ۔۔۔ اگرچہ سر کٹ رہے ہیں، خون بہہ رہا ہے، لاشیں تڑپ رہی ہیں لیکن کیا کوئی دنیا کا شخص کہہ سکتا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے معاذ اللہ زیادتی کی۔ اگر کوئی یہ گمان کرے تو کافر ہے ۔۔ تو گویا وہاں پر لڑنا، وہاں پر مرنا، وہاں پر کاٹنا اور کٹنا ہی رحمت ہے۔

یعنی معیار ہماری رائے نہیں ہے معیار اللہ کا حکم ہے وہی خوب جاننے والا ہے تو میدانِ حشر میں اللہ کریم فرماتے ہیں تماشہ یہی ہوگا کہ کافروں سے بھی جب پوچھا جائے گا، جب فرشتے انہیں کھڑا کریں گے تو وہ کہیں گے ہمارے ساتھ کیوں زیادتی ہو رہی ہے۔ مَا کُنَّ نَعْمَلُ سُوْءٍ ہم نے تو زندگی میں کوئی بُرا کام نہیں کیا۔ ہم تو وہی کرتے تھے، جسے ہم اچھا سمجھتے تھے ۔۔۔ ارشاد ہوگا کسی کام کو اچھا یا بُرا مقرر کرنا یہ تمہارا اختیار نہیں تھا۔ یہ میرا اختیار تھا کہ میں کہہ دوں کون سی بات اچھی ہے اور کون سی بات بُری۔

۔۔۔ تو گویا اچھائی یا بُرائی کا معیار ہے، محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم۔ آپکا ارشاد کہ آپ نے کس کام کو کس طرح کرنے

کا حکم دیا ہے، اُس طرح کرنا اچھائی ہوگی اور اُس کے خلاف کرنا ہر حال میں برائی ہوگی۔ اُس میں کوئی اچھائی نہیں ہوگی۔ یعنی معیار یہ ہوگا کہ حضورؐ نے جس کام کو جس طرح کرنے کا حکم ارشاد فرمایا ہے وہ اچھائی ہے اور اُس کے خلاف جتنی باتیں ہم اپنے ذہن میں سوچ کر گھڑ لیتے ہیں کہ یہ کام بھی نیکی ہے یہ بھی عبادت ہے یہ بھی عبادت ہے یہ سارا باطل ہے صرف وہ کام اُس طرح سے عبادت ہے جس طرح کرنے کا حکم خدا کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ معیار اللہ کی رضا اور اللہ کے حبیبؐ کی سنت ہے۔ میری اور آپ کی عقل معیار نہیں ہے۔ جب ایک بات کو اپنی عقل سے اچھا سمجھیں اور اُس پر عمل شروع کر دیں۔ کل میدانِ حشر میں اُس کا کوئی اجر نہیں ملے گا بلکہ وہ جرم شمار ہوگا کہ تم نے حضورؐ کا حکم چھوڑ کر اُس کے خلاف کو حق سمجھا تو یاد رکھیں حق کے مقابل جو ہوتا ہے وہ باطل ہوتا ہے۔ اور اس میں فقہاء نے اس حد تک تشریح فرمائی ہے کہ وضو میں مسواک کرنا مستحب ہے۔ مستحب وہ فعل ہوتا ہے جس کے کرنے سے ثواب ہو اور اگر نہ کیا جائے تو گناہ نہ ہو۔ اب کوئی مسواک استعمال کرتا ہے تو یہ مستحباتِ وضو میں سے ہے۔ اگر کوئی مسواک نہیں کرتا صرف اُنگلی سے مسواک کر لیتا ہے وہ بھی درست ہے۔ اُنگلی سے بھی نہیں کرتا صرف کلی کر لیتا ہے وضو اس کا بھی ہو جاتا ہے لیکن اگر کوئی یہ کہہ دے مسواک کرنا غلط ہے۔۔۔ مسواک کرنا نہیں چاہیئے یا میں اس کو وضو کا رکن تسلیم نہیں کرتا تو ایک اس انکار سے وہ شخص کافر ہو جائے گا۔ کیوں کافر ہو جائے گا مسواک بہت بڑی بات نہیں ہے۔ مسواک کو مستحب بتانے والے پیغمبرؐ کی بات بڑی ہے۔ اس نے مسواک کی تکذیب نہیں کی بلکہ اس نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تردید کر دی۔ اس لحاظ سے وہ شخص کافر ہو گیا۔۔۔ اب ایک شخص سستی سے نماز پڑھتا ہی نہیں لیکن وہ مانتا ہے کہ نماز اللہ کا حکم ہے اللہ کے رسولؐ کا حکم ہے تو گنہگار ہوگا کافر نہیں ہوگا۔۔۔ ایک شخص پڑھتا بھی ہے لیکن کہتا ہے عبادت وغیرہ کچھ نہیں یہ تو ورزش ہو جاتی ہے۔ بھئی اُٹھنے میں بیٹھنے میں ہاتھ منہ دھونے میں ایسے لوگ میں نے دیکھے ہیں۔۔۔

ہم آزاد کشمیر میں گئے تھے۔ وہاں ایک جج تھا ہائی کورٹ کا۔۔۔ اُس وقت دو آنے بہت بڑی مالیت رکھتے تھے تو وہ اپنے بچوں کو ہر نماز کے لیے دوّنی دیا کرتا تھا۔ جو بیٹا نماز پڑھتا اُسے دو آنے ملتے۔ دو نمازیں پڑھتا چار آنے پڑھتے۔ اگر پانچ

ہی پڑھتا تو دس آنے ملتے۔ جو نہیں پڑھتے نہیں ملتے تھے۔ تین پڑھیں چھ آنے لے لیے۔ جس نے ایک پڑھی اُسے ایک دوآنی ملی۔ تو مَیں نے کہا یہ جج صاحب بڑے دین دار ہیں اور بڑے طریقے سے بچوں کو اس پر ڈال رہے ہیں ۔۔۔ تو کہنے لگے جی آپ کو غلطی لگی ہے یہ دین کے لیے نہیں کرتے بلکہ جج صاحب کا خیال یہ ہے کہ نماز بہت اعلیٰ ورزش ہے پاؤں کی انگلیوں سے لے کر گھٹنوں کولہوں کمر کی گردن کی ہاتھوں کی یہ ساری ورزش ہو جاتی ہے۔ بچوں کی صحت ٹھیک رہے گی۔ ورنہ اس کا ایمان نبوّت پر ہے ہی نہیں۔ یہ کہتا ہے کہ حضورؐ نے صرف عرب قوم کو ایک مرکز پر جمع کرنے کے لیے سوچ سوچ کر یہ نقشہ بنایا تھا کہ اس طرح سے خدا کا تصوّر دو اور آخرت کا تصوّر دو اور انہیں بہلا کر قوم کو یکجا کر کے قوموں کی صف میں لا کھڑا کیا ۔۔۔ اب یہ شخص نماز پڑھتا بھی ہے اولاد کو پڑھاتا بھی ہے لیکن کافر ہے۔ کیوں؟ ۔۔۔ حضورؐ کی نبوّت پہ ایمان نہیں ہے اور نماز کو اللہ اور اللہ کے رسولؐ کا حکم سمجھ کر نہیں پڑھتا۔

ایک شخص سکر سے پڑھتا نہیں لیکن اقرار کرتا ہے کہ خدا کا حکم ہے خدا کے نبیؐ کا حکم ہے تو وہ گنہگار سہی مسلمان ہے۔

تو گویا اچھائی کا معیار میری اور آپ کی عقل نہیں ہے ورنہ تو قیامت کو جتنے لوگ پیش ہوں گے ۔۔۔ اللہ فرماتے ہیں کافر بھی کہیں گے یا اللہ ہم نے کوئی بُرائی نہیں کی۔ ہم جو کام اچھے سمجھتے تھے وہ کرتے تھے۔ جو بات ہمارے عقل میں آتی تھی کہ یہ اچھی ہے وہ کرتے تھے ہمیں کیوں گنہگاروں کے ساتھ ہانکا جا رہا ہے تو حکم ہوگا ۔۔۔ اچھی بات ہے خوب غور سے سُن لو اِنَّ اللّٰہَ عَلِیۡمٌۢ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ ۝ تم خدا کو بتانے کی کوشش نہ کرو بلکہ جو تم کرتے تھے خدا اس کو خوب جانتا ہے تم بس ایسا کرو فَادۡخُلُوۡۤا اَبۡوَابَ جَہَنَّمَ تم دوزخ میں چلے جاؤ خٰلِدِیۡنَ فِیۡہَا۔ وہاں ہمیشہ رہو گے۔

کیوں؟ کہ تم اچھائی کو اپنی عقل سے مقرر کرتے تھے خدا اور خدا کے رسولؐ سے نہیں پوچھتے تھے۔ معیار اللہ کا حکم ہے تمہارا دماغ نہیں۔ فَلَبِئۡسَ مَثۡوَی الۡمُتَکَبِّرِیۡنَ اور ارشاد ہوتا ہے یہ اس لیے ہوتا ہے کہ انسان میں تکبّر پیدا ہو جاتا ہے۔ اپنے آپ کو وہ بہت بڑا سمجھنا شروع کر دیتا ہے۔ حتیٰ کہ ہوتے ہوتے اُس کا تکبّر اس حد تک پہنچ جاتا ہے کہ وہ خدا کی بات اپنے اوپر مسلط نہیں کرتا بلکہ اپنی ذات کو خدا کے حکم پر مسلط کرنا چاہتا ہے۔ یعنی اس قدر

اُس میں تکبّر آجاتا ہے۔

آپ نے یہاں دیکھا نہیں ہے ہمارے روزمرّہ کے معمولات میں ایک بات یہ ہے کہ انسان یہ کہہ دے کہ حق وہی ہے جو سنّت ہے لیکن میں گنہگار ہوں ترکِ سنّت کر رہا ہوں ۔۔۔ اس کے برعکس ہماری روزمرّہ کی زندگی، موت، بیاہ شادی ان جگہوں پر جو رسومات ہیں کیا وہ اس لیے نہیں ہیں کہہ نہیں دیا جاتا کہ اگر سنّت کے مطابق کرے تو بہت بڑی بدنامی ہوگی بڑی نک کٹی ہوگی۔ یعنی کسی سے کہا جاتے یہ کام کرنے کا طریقہ جو حضورؐ نے فرمایا وہ تو اس طرح ہے۔ تو لوگ کہتے ہیں اگر اس طرح کریں گے تو ہماری تو بڑی بدنامی ہوگی اور ناک کٹ جائے گی گویا حضورؐ کا حکم جو ہے وہ عزت کے خلاف ہے۔ تو اور کافر کے سر پہ سینگ ہوتے ہیں کیا ۔۔۔ یہی تو کفر ہے کہ انسان کہے جو میں سوچتا ہوں یہ صحیح ہے جو اللہ کے رسولؐ نے حکم دیا ہے اس میں تو بڑی بے عزتی کی بات ہے، بڑی بدنامی کی بات ہے ۔ تو جب یہاں کوئی شخص پہنچا تو قطعی کافر ہے پھر اُس کا اسلام کے ساتھ کیا واسطہ۔

اور یہی لوگ ہیں جن کا ذکر یہ آیت کریمہ کر رہی ہے۔ وہ عرصہ محشر میں کہیں گے، اللہ ہم نے تو جو کام اچھا سمجھا وہ کیا ۔ حکم ہوگا اچھا وہ ہے جو میں نے میرے رسولؐ نے بتایا تھا۔ تو تم نے جب اُسے رد کر دیا تو کونسی اچھائی باقی رہی ۔۔۔

اب آپ ہی انصاف کریں کہ ایک شخص یہ سمجھتا ہے کہ حضورؐ کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق کام کرنا تو بڑی بے عزتی کی بات ہے ۔ تو کیا وہ مسلمان ہو سکتا ہے۔ یہی مصیبت ہے جس پہ بات نہیں ہوتی۔ ہم لوگ اس بات پہ خوش رہتے ہیں کہ میں دوسرے کو کافر کہوں۔ وہ اگلے کو کافر کہے۔ مسجد و محراب میں بیٹھ کر یہ تذکرہ ہو جس پہ ناراض ہو گیا اُس پہ کفر کا فتوٰی لگا دیا جس پہ راضی ہو گئے اُسے ولی اللہ بنا دیا لیکن حق یہ ہے کہ منبر پر بیٹھنے والا بھی اور سامنے بیٹھنے والا بھی اپنے آپ کو اپنے روزمرّہ کے کاموں کو اس فریم میں رکھ کر دیکھے اور اپنے دل سے یہ بات پوچھے کہ جو کام میں حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کے حکم کے خلاف کرتا ہوں اگر تو وہاں اُس کا دل یہ کہتا ہے کہ حق وہی ہے جو حضورؐ نے کہا میں جو کرتا ہوں اگر میں اتباع نہیں کر رہا تو میں غلطی پر ہوں ۔۔۔ گنہگار سہی مسلمان ضرور ہے ۔ لیکن اگر دل سے بات یہاں تک پہنچ گئی کہ وہ کہتا ہے مناسب طریقہ ہی یہی ہے جو میں کر رہا ہوں ۔ جو طریقہ حضورؐ نے فرمایا یہ تو بڑی بدنامی کی

بات ہے۔ بڑی بے عزتی کی بات ہے تو یہ
شخص قطعی کافر ہے اُسے اپنی فکر کرنی چاہیئے۔
اُسے اپنے بارے سوچنا چاہیئے کہ میں مسلمان
کیسے ہوں۔ اور یہ بڑی مصیبت ہے۔

چونکہ مجھے تو سابقہ رہتا ہے لوگوں سے۔
اگر کسی کو کہا جائے کہ میاں یہ کام سنت کے
مطابق کرو تو وہ کہتے ہیں کہ سنت تو ہوگی۔
لیکن اس طرح کرنے سے ناک کٹ جائے گی۔
گویا سنت بے حیائی ہے یا بے وقوفی کی
بات ہے یا بدنامی اور بے عزتی کی بات ہے
تو جو شخص حضورؐ کی سنت کو بے عزتی کی بات
کہتا ہے کیا وہ مسلمان ہے اور یہی اس دور
کی مصیبت ہے۔

اسی کا فیصلہ وہاں ہوگا۔ اللہ فرمائیں
گے فَلَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِينَ ۔
جہنم متواضعین کے لیے نہیں ہے متکبرین
کے لیے ہے۔

اسلام کا تقاضا کم از کم یہ ہے کہ انسان
اگر احکامِ شریعت پر حضورؐ کی سنت پر
عمل نہ کر سکے تو اُس کے دل میں یہ بات موجود ہو
کہ جو میں کر رہا ہوں وہ غلط ہے جو حضورؐ نے
فرمایا وہ درست ہے۔

پھر ارشاد ہوتا ہے کہ اُن لوگوں سے بات
ہوگی جنہوں نے اپنی زندگی پر اللہ کے حکم کو اللہ
کے رسولؐ کے حکم کو اپنی زندگی پر حاوی و ساری
کرلیا تھا بات اُن سے ہوگی۔

وَقِيلَ لِلَّذِينَ اتَّقَوْا (سورہ نحل ۳۰)
اُن سے بات کی جائے گی جنہوں نے زندگی میں
تقویٰ اختیار کیا۔ تقویٰ کیا ہے۔ تقویٰ ہے
محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی
غلامی کا نام کہ بے چون و چرا حضورؐ کی اطاعت
کرلی جائے۔ اسے تقویٰ کہتے ہیں۔ جینے میں
مرنے میں کاروبار میں تجارت میں دوستی
میں دشمنی میں صرف نماز کا نام تقویٰ نہیں ہے۔
صرف روزے رکھنے حج کرنے سے تقویٰ حاصل
نہیں ہوجاتا صرف وظیفہ پڑھنے یا تسبیحات
پڑھنے سے تقویٰ حاصل نہیں ہوتا بلکہ تقویٰ نام
ہے حضورؐ کی غلامی کا۔ کہ اپنی پوری زندگی کو حضورؐ
کی غلامی میں دے دے۔ اللہ فرماتے ہیں اُن
سے سوال ہوگا مَاذَا أَنْزَلَ رَبُّكُمْ قَالُوا
خَيْرًا (نحل: ۳۰) اُن سے سوال ہوگا کہ تم
بھی دنیا میں رہے اُن کے ساتھ تو نہیں جو حکم
اللہ اور اللہ کے رسولؐ نے دیا تو تم نے کیسا پایا۔
دنیا میں۔ قَالُوا خَيْرًا وہ کہیں گے اے
اللہ ہر کام کے کرنے کا بہترین طریقہ وہی تھا ہم
اُس پہ پورا عمل کر سکے یا ادھورا عمل کر سکے۔
لیکن یہ بات ناقابلِ تردید ہے کہ بہترین طریقہ وہ
تھا جو تُو نے نازل فرمایا تیرے حبیبؐ نے ہم تک
پہنچایا سب سے بہترین راستہ وہ راستہ ہے
اللہ کریم فرماتے ہیں اس کا ایک معیار دنیا میں

بھی تمہارے پاس تھا۔ یہ باتیں تو ہوں گی نا۔ میدانِ حشر میں۔ اللہ فرماتے ہیں اس دنیا میں اس زمین پر بستے ہوئے بھی تمہارے پاس اس کا ایک معیار ہے وہ کیا ہے لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوْا فِیْ ھٰذِہِ الدُّنْیَا حَسَنَۃٌ جو لوگ اچھائی کرتے ہیں اس دنیا میں بھی اُن کے ساتھ اچھائی ہوتی ہے۔ بُرائی نہیں ہوتی۔ یہ بڑی عجیب بات ہے جو قرآن نے کہی ہے کہ جو لوگ اچھائی کرتے ہیں اس دنیا میں بھی اُن کے ساتھ اچھائی ہوتی ہے بُرائی نہیں ہوتی۔ اب اگر اسے بظاہر دیکھا جائے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد بھی ہے کہ سب سے زیادہ تکلیفیں انبیاء پر آتی ہیں اور پھر اُن لوگوں پر جو اُن سے قریب تر ہوں گے۔ اگر دیکھا جائے تو اہل اللہ پر زیادہ مصیبتیں آتی ہیں۔

خدا فرماتا ہے کہ نیکی کرنے والوں کے ساتھ اس دنیا میں بھی نیکی اور اچھائی ہی کی جاتی ہے۔ تو پھر اس کو کیونکر سمجھا جائے۔ اس کو سمجھنے کا طریقہ یہ ہے کہ بات یا واقعہ میں اچھائی بُرائی نہیں ہوتی اچھائی اور بُرائی کا ورود دل پر ہوتا ہے۔ اگر کسی کو پھول سُونگھنے سے سر میں درد شروع ہو جائے تو اُس کے لیے پھول کا سونگھنا ہی مصیبت ہے۔ آپ کہتے رہیں پھول خوبصورت ہے اس کی خوشبو اچھی ہے لیکن اُسے پھول دُور سے مصیبت نظر آئے گا۔

اور اگر کوئی عادی ہو چرس کا اور اسے چرس کی خوشبو جسے دوسرے آدمی کا سر دُکھنے لگتا ہے اُس سے اُس کی طبیعت باغ باغ ہو جاتی ہے تو اُس کے لیے وہ چرس ہی راحت بن جائے گی۔ یعنی تکلیف ظاہر کا نام نہیں تکلیف اُس کیفیت کا نام ہے، جو دل پر وارد ہوتی ہے۔ آرام اُس کیفیت کا نام ہے، جو دل پر وارد ہوتا ہے۔

عین ممکن ہے آپ ایک شخص کو ایوانِ حکومت میں بیٹھا ہوا دیکھیں اور آپ سمجھیں یہ شخص بہت با اختیار ہے لیکن وہ وہاں مجبورِ محض ہو اور کچھ بھی نہ کر سکے۔ آپ ایک شخص کو دیکھتے ہیں وہ کروڑپتی ہے لیکن مجبور اتنا ہے کہ ایک لقمہ روٹی کا نہیں کھا سکتا کھائے گا تو بیمار ہو جائے گا۔ تو اُس دولت کو بظاہر ہم تو کہتے ہیں کہ اس کے پاس بڑی دولت ہے لیکن وہ کہتا ہے کہ میں گداگر ہوں تہی دست ہوں میں کھانا بھی نہیں کھا سکتا۔ میں اس دولت کو کیا کروں۔

ایک شخص کے پاس حکومت ہے لیکن اُس کے پاس آرام نہیں ہے تو سمجھیں وہ بھی اُس کے لیے مصیبت ہے۔ اور ایک شخص سولی پہ لٹکانے کے لیے لے جایا جا رہا ہے لیکن اس کا دل مطمئن ہے۔ اُس کا دل سُولی پا کر بھی خوش ہے

تو وہ شخص آرام میں ہے۔

ایک دفعہ کچھ کفار نے منافقین نے دھوکا کرکے بعض صحابہ رضؓ کو ساتھ لیا کہ ہمارا قبیلہ مسلمان ہو جائے گا۔ آپ ہمیں دین کی تبلیغ کریں۔ دین سکھائیں۔ راستے میں انہوں نے دھوکا کرکے انہیں شہید کر دیا۔ ڈٹ کر شہید ہوئے مقابلہ ہُوا لیکن وہ تھوڑے تھے اور کافر زیادہ تھے۔ ایک شخص بمشکل بچ کر پہنچا جس نے اطلاع دی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو۔ آپؐ کو بہت دُکھ ہُوا۔ اور اسی اثنا میں اُن دھوکا کرنے والوں کافروں میں سے ایک شخص آگیا۔ اب انہیں تو واپس آنا نہیں چاہیئے تھا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی حیران ہوئے کہ یہ شخص اتنا دھوکا کرنے کے بعد جب یہ سمجھتا ہے کہ مسلمانوں کے پاس جاؤں گا قتل ہو جاؤں گا۔ پھر کیوں آیا ہے۔ پوچھا تم کیوں آئے ہو! ۔ وہ کہنے لگا میں ایک بات پوچھنا چاہتا ہوں۔ میں ایک تحقیق کرنے کے لیے آیا ہوں اگرچہ میری جان خطرے میں ہے لیکن میں یہ چاہتا ہوں کہ مجھے اُس بات کا پتہ چل جائے ۔ وہ کیا!۔ وہ کہنے لگا جس شخص کو میں نے شہید کیا ہے میرے ساتھ لڑتا رہا۔ بالآخر میں نے نیزہ مارا اُس کے سینے کی ہڈیوں کو توڑتا ہُوا میرا نیزہ پیٹھ سے نکل گیا۔ لیکن اُس شخص کے منہ سے نکلا فزتُ وربّ الکعبہ کہ ربّ کعبہ کی قسم میں جیت گیا میں کامیاب ہو گیا تو وہ کہتا ہے کہ میں حیران ہوں قتل تو ہم نے کر دیا ہمارے دل پر خوشی نہیں آئی۔ اُس کا دل باغ باغ ہو گیا اور وہ خوشی سے نعرہ لگا رہا ہے میں کامیاب ہو گیا میں جیت گیا مجھے یہ بتا دیجئے کہ اُس کے دل میں یہ خوشی کہاں سے آگئی۔ اگر اُچھلتا تو میں اُچھلتا جس نے اُسے قتل کر دیا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا میاں خوشی نام دل کی کیفیت کا ہے۔ چونکہ وہ حق پر تھا اللہ کے لیے قتل ہُوا شہید ہُوا سُرخرو ہُوا خدا نے اُس کے دل پر خوشی بھیج دی۔ تم نے جو کچھ کیا ظلم کیا اگرچہ بظاہر تو کامیاب رہا لیکن تیرے دل پہ خدا نے خوشی نہیں بھیجی۔

یہیں سے جانچ لینا چاہیئے انسان کو کہ گناہ کے ارتکاب کے بعد دل میں خوشی پیدا نہیں ہوتی بدکار کا کبھی دل خوش نہیں ہوتا اور نیکی کرنے سے دل میں خوشی پیدا ہوتی ہے۔ کوئی چھوٹے سے چھوٹی نیکی کرو تو سکون پیدا ہو گا دل میں۔ اطمینان پیدا ہو گا اور گناہ کرنے سے ہمیشہ دل میں اضطراب پیدا ہو گا۔ اللہ کریم فرماتے ہیں حشر سے پہلے میں نے یہ آزمائش بنا دی ہے معیار بنا دیا ہے ہر شخص جانچ سکتا ہے۔ لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا فِي هَٰذِهِ الدُّنْيَا جو لوگ نیکی کرتے ہیں دنیا میں بھی اُن کے دل پر نیک کیفیات وارد ہوتی ہیں اور ان کا دل خوش رہتا ہے۔ انہیں سکونِ قلب حاصل ہوتا ہے اطمینانِ قلب

حاصل ہوتا ہے۔

کسی درویش سے بادشاہ نے پوچھا تھا۔ کنزالاخلاق میں میں نے دیکھا۔ اُس میں لکھا تھا۔ ایک بادشاہ نے محل کے دریچے سے کھڑے ہو کر دیکھا تو دُور زمین پر کوئی شخص لیٹا ہُوا تھا۔ اُس نے اپنا بازو سَر کے نیچے رکھا ہُوا اور آرام سے پڑا سو رہا تھا۔ تو وہ بڑا حیران ہُوا کہ مجھے شاہی خواب گاہ میں آرام سے نیند نہیں آتی اور یہ شخص خاک پہ پڑا سوتا ہے تو اُس نے سپاہیوں کو قاصدوں کو دوڑایا کہ اسے پکڑ کر لے آؤ۔ اُسے بڑی تسلی سے اطمینان سے ملا۔ اُسے بڑا حوصلہ دیا۔ اُسے کہا میں پوچھنا چاہتا ہوں۔ میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ تیری رات کیسے بسر ہوئی۔

وہ کہنے لگا بادشاہ سلامت کچھ تو آپ کی طرح کٹی اور کچھ آپ سے بہتر۔ اُس نے کہا خدا کے بندے میری طرح کیسے اور مجھ سے بہتر کیسے تو کہنے لگا کہ جب میں سو گیا تو محل میں سونے والا اور زمین پر سونے والا سونے کی حالت میں برابر ہوتے ہیں۔ محل میں سونے والا نہیں جانتا کہ وہ محل میں ہے اور فرش پہ خاک پہ سونے والا یہ نہیں محسوس کرتا کہ وہ خاک پہ ہے سونے میں دونوں برابر ہیں۔ اور جو وقت جاگتے بسر ہوا۔ تیرا دنیا کو سوچتے ہوئے بسر ہوا ہوگا اور میرا یادِ خدا میں بسر ہُوا۔ میرا وہ وقت تجھ سے کروڑ درجہ بہتر صرف ہوا۔ آرام سے بسر ہوا۔ سکون سے بسر ہُوا کہ جو لمحے میں نے جاگ کر گزارے وہ اللہ کی یاد میں بسر ہوئے وہ تجھ سے بہتر ہے اور جب میں سو گیا تُو اور میں برابر ہیں۔ تو خوشی یا رنج اُس کیفیت کا نام ہے جو دِل پہ وارد ہوتی ہے بدکار کو اگر روئے زمین کی حکومت بھی مل جائے اُس کا دل پریشان رہتا ہے اور نیکی کرنے والا انسان اگر فاقہ بھی کرے تو اُس کا دل مطمئن ہوتا ہے اُس کے دل میں سکون اور اطمینان ہوتا ہے تو اللہ کریم فرماتے ہیں تمہارے پاس اس دنیا میں بھی معیار ہے۔

میرے نبیؐ کا حکم مان کر بھی دیکھ لو اور نہ مان کر بھی آزما لو جہاں سے چھوڑ دو گے تمہارا دل بے قرار ہو جائے گا اور جہاں سے مان لو گے تمہارے دلوں میں سکون پیدا ہو جائے گا۔

لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا فِى الدُّنْيَا جو لوگ نیکی کرتے ہیں اِس دنیا میں بھی وہ نیکی کا پھل نیکی کی صورت میں خوشی کی صورت میں راحت کی صورت میں وصول کرتے ہیں۔ ولدار الاٰخرۃ خیر اور آخرت کا گھر تو بہرحال آخرت کی نعمتیں دنیا سے کروڑوں گنا عظیم ہیں۔ یعنی جب حضورؐ کا اتباع آپؐ کی غلامی اس دنیا میں بھی آرام و سکون اور خوشی مہیا کرتی ہے تو آخرت میں تو اس کا بہت بڑا درجہ بہت بڑی قیمت بہت بڑا اجر ہے۔ اور فرمایا وَلَنِعْمَ دَارُ الْمُتَّقِيْنَ ۝ اور پیامبرؐ کا اتباع کرنے والوں کے لیے بہت

اچھی جگہ ہے آخرت — رہنے کی جگہ ہی وہی ہے اگر حضور کی اتباع اطاعت اور غلامی نصیب ہو۔ تو اللہ کریم فرماتے ہیں اس دنیا میں کیا رکھا ہے پھر تو رہنے کی جگہ ہی وہ ہے۔

آج ہمارا حال یہ ہے کہ آخرت کے نام پر لرز اُٹھتا ہے دل اور کوئی یہ نہیں چاہتا کہ مر جائیں۔ حالانکہ سب کو یقین ہے کہ ہمیں مرنا بھی ہے۔ لیکن اس قدر گھبراہٹ طاری ہوتی ہے موت کے نام سے۔ کیوں۔ اس لیے کہ ہم آخرت کے لیے بناتے کچھ نہیں کرتے کچھ نہیں۔ اگر تعمیر آخرت ہو۔

حضرت شیخ فریدالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ بہت مصروف انسان تھے۔ آپ کی دکان تھی۔ ادویات بیچنے کی۔ عطار ادویات بیچنے والے کو کہہ دیتے ہیں۔ ایک کوئی درویش آیا۔ اُسے دوائی چاہیئے ہوگی بڑی دیر کھڑا رہا۔ اُنہیں فرصت ہی نہ تھی۔ اُس نے کہا بابا تجھے مرنا بھی ہے اتنا مصروف ہے تُو۔ تجھے جب بات کرنے کی فرصت نہیں تُو کیسے مرے گا۔ تو اُنہوں نے کچھ غصہ کیا۔ اور کہا کہ تُو کیسے مرے گا جیسے تُو مرے گا میں بھی مر جاؤں گا — تو فرمانے لگے اچھا دیکھ میں کیسے مرتا ہوں۔ اُس نے وہ گدڑی سی وہاں رکھی اور لیٹ کر کلمہ شہادت پڑھا۔ فریدالدین عطار نے دیکھا تو وہ مر چکا تھا۔

التعرف فی مقامات اہل تصوف والے نے کچھ حالات لکھے ہیں۔ ایک واقعہ وہ نقل کرتا ہے۔

رسالہ قشیریہ میں بھی وہ موجود ہے کہ چند آدمی ایک نخلستان میں بیٹھے تھے۔ ایک درویش کا گزر ہوا تو وہ کہنے لگا میاں یہاں کوئی ایسی جگہ ہے جہاں آدمی سکون سے دم دے سکے اور مر سکے تو انہوں نے اُس کے ساتھ مذاق کیا کہ میاں پرلی طرف چشمہ بھی ہے اور چشمے کے پاس گھاس بھی ہے۔ تم وہیں جا کر نفل پڑھو اور نفل پڑھ کر مر جاؤ۔ وہ تو مذاق کر کے بے فکر ہو گئے۔ کچھ دیر بعد جب وہ چشمہ کی طرف گئے تو وہ شخص واقعی گھاس پر لیٹا ہوا تھا اور مر چکا تھا

یعنی آرام و سکون اُس کیفیت کا نام ہے جو انسان کے دل پہ وارد ہوتی ہے۔ تو جب دل پہ سکون آتا ہے تو اللہ زندگی دے زندگی پیاری لگتی ہے۔ موت دے دے تو موت بھی محبوب ہو جاتی ہے۔ لیکن اگر اطاعت پیامبرؐ اور اتباع رسالتؐ چھوٹ جائے تو پھر دنیا کی حکومت بھی مل جائے آرام نصیب نہیں ہوتا سکون نصیب نہیں ہوتا۔ وہ کیفیت نصیب نہیں ہوتی جو دل میں اطمینان پیدا کر دے تو خداوند کریم نے یہ معیار عطا فرما دیا ہے۔

فرمایا لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ جو نیکی کرتے ہیں اُن کے ساتھ اس دنیا میں بھی حسن سلوک کیا جاتا ہے اور اُن کی زندگی کو پُرلطف بنا دیا جاتا ہے۔ اُن کے قلوب کو مطمئن کر دیا جاتا ہے — تو میرے اور آپ کے پاس یہ معیار ہے کہ جہاں دل پریشانیوں میں گھرا،

وہاں آپ: پیچھے چل کے دیکھیں ضرور کہیں سے دامنِ سنت چھوٹ گیا ہو گا۔

اور اگر آرام نام کی چیز کوئی اس کائنات میں موجود ہے تو اس کے لیے اتباعِ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شرط ہے۔ اس کے بغیر نصیب نہیں ہو سکتی۔ یہ حال تو دنیا کا ہے رہ گئی عقبیٰ تو فرمایا ولدار الآخرۃ خیر۔ عقبیٰ کی نعمتیں دنیا سے کروڑوں گنا بہتر ہیں۔ اچھی ہیں، اعلیٰ ہیں ولنعم دار المتقین اور نیک لوگوں کے لیے بہترین گھر ہے آخرت رہنے کی جگہ ہی وہی ہے جہاں جانے سے ہم گھبراتے ہیں، ہمارا دل کانپتا ہے نا۔ اللہ کریم فرماتے ہیں ارے مزے دار جگہ تو ہے ہی وہی۔ ہم ڈرتے اس لیے ہیں کہ ہم سے اتباعِ رسالت کا دامن چھوٹ گیا ہے۔ پیامبرؐ کا دامن چھوٹ رہا ہے۔

اور یہ فیصلہ کن بات ہے کہ بغیر اتباعِ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کوئی اچھائی اس عالم میں مل سکتی ہے اور نہ اُس عالم میں پائی جاتی ہے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

اعلان

حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح ترتیب دینے کی ذمہ داری احقر کے سپرد کی گئی ہے۔ جملہ احبابِ حلقہ سے التماس ہے کہ حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات، مکتوبات، کیسٹس، علمی نوادر۔ الغرض کسی بھی قسم کا مواد جو سوانح کی ترتیب میں معاون ہو، مندرجہ ذیل پتے پر بھجوا دیں۔

یہ مواد نقل ہو یا فوٹو سٹیٹ، اصل کی کاپی کر کے واپس کر دی جائے گی۔ اسی طرح کیسٹس بھی کاپی کر کے واپس دے دیے جائیں گے۔

اس کام کی اہمیت کے پیشِ نظر تمام احبابِ حلقہ سے گزارش ہے کہ اس سلسلے میں تعاون فرمائیں۔

ڈاکٹر محمد حامد

معرفت: سرحد میڈیسن کمپنی۔ خیبر بازار پشاور

عبدالغفور ـــــ صفارہ اکیڈمی

جنت میں دیدارِ الٰہی

اللہ تعالیٰ کا دیدار وہ سب سے بڑی نعمت ہے جس سے اہلِ جنت کو نوازا جائے گا، اور اللہ تعالیٰ نے جن کو عقلِ صحیح اور ذوقِ سلیم عطا کیا ہے' وہ اگر اپنے وجدان میں غور کریں تو اس نعمت اور خواہش کی تمنا ضرور اپنے میں پائیں گے، اور کیوں نہ ہو جو بندہ اپنے خالق اور رب کی بے شمار نعمتیں اس دنیا میں پا رہا ہے، اور پھر جنت میں پہنچ کر اس سے لاکھوں گنا نعمتیں پائے گا، لازماً اس کے دل میں تمنا اور تڑپ پیدا ہوگی کہ کسی طرح میں اپنے محسن اور کریم رب کو دیکھ سکوں، جس نے مجھے وجود بخشا اور جو اس طرح مجھ پہ اپنی نعمتیں انڈیل رہا ہے، کہیں اسے اگر کبھی بھی یہ نظارہ نصیب ہو، تو یقیناً اس کی لذت و مسرت، اور اس کے عیش میں بڑی کمی رہے گی، اور اللہ تعالیٰ جس بندے سے راضی ہو کر اسے جنت میں پہنچائیں گے اس کو ہرگز اس سے تشنہ اور محروم نہ رکھیں گے۔

اہلِ حق، اہلِ سنت والجماعت جو قرآن و حدیث کے اتباع میں اس کے قائل ہیں، کہ جنت میں اللہ کا دیدار ان بندوں کو نصیب ہوگا جو اس نعمتِ عظمیٰ کے مستحق ہوں گے۔ وہ اس کے بھی قائل ہیں کہ اللہ تعالیٰ جنتیوں کو ایسی بہت سی قوتیں عطا فرمائیں گے جو اس دنیا میں کسی کو بھی عطا نہیں ہوئیں اور انہی میں ایک یہ بھی ہے کہ ایسی آنکھیں عطا ہوں گی جن کی بینائی کی قوت اتنی محدود اور کمزور نہ ہوگی جتنی دنیا میں ہماری آنکھوں کی ہے اور ان ہی آنکھوں سے اہلِ جنت کو اپنے اس ربِ قدوس کا دیدار ہوگا، جو نہ جسم ہے، نہ اس کا کوئی رنگ ہے، اور نہ اس کے لیے کوئی جہت ہے بلکہ وہ ان سب چیزوں سے وراء الوراء ہے ـــ وہ نور ہے، سراسر نور ہے اور سارے انوار کا سرچشمہ ہے۔

حضرت صہیب رضی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "جب جنتی جنت میں پہنچ جائیں گے، تو اللہ تعالیٰ ان سے

ارشاد فرمائیں گے، کیا تم چاہتے ہو کہ میں تم کو ایک مزید چیز عطا کروں؟ (یعنی تم کو اب تک جو کچھ عطا ہوا ہے، اس کے سوا ایک خاص چیز اور عنایت کردوں) وہ بندے عرض کریں گے کہ آپ نے ہمارے چہرے روشن کیے (یعنی ہم کو سرخروئی اور خوبروئی عطا فرمائی) اور دوزخ سے بچا کر جنت میں داخل کیا (اب اس کے آگے اور کیا چیز ہو سکتی ہے جس کی ہم خواہش کریں) حضورؐ فرماتے ہیں کہ ان بندوں کے اس جواب کے بعد یکایک حجاب اُٹھ جائے گا۔ (یعنی ان کی آنکھوں سے پردہ اٹھا دیا جائے گا پس وہ روئے حق اور جمال الٰہی کو بے پردہ دیکھیں گے، پس ان کا حال یہ ہوگا (اور وہ محسوس کریں گے) کہ جو کچھ اب تک انہیں ملا تھا اس سب سے زیادہ ان کے لیے محبوب اور پیاری چیز یہی دیدار الٰہی تھا۔ یہ بیان فرما کر آپؐ نے قرآن مجید کی یہ آیت تلاوت فرمائی۔

لِلَّذِینَ احسنوا و زیادۃ "

(جن لوگوں نے اس دنیا میں اچھی بندگی والی زندگی گزاری، ان کے لیے اچھی جگہ ہے (یعنی جنت وما فیہا) اور اس پر مزید ایک نعمت (یعنی دیدار حق)" (مسلم)

تشریح: آنکھوں سے پردہ اُٹھانے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ دفعتہً ان کی آنکھوں کو بینائی کی ایسی قوت عطا فرما دے گا، کہ وہ روئے حق کا نظارہ کر سکیں گے۔ واللہ اعلم۔

رسول اللہ نے آخر میں جو آیت تلاوت فرمائی اس کے ذریعے یہ بتلایا گیا ہے کہ اس آیت میں "زیادۃ" سے مراد حق تعالیٰ کے دیدار کی نعمت ہے، جو جنت اور نعمائے جنت کے علاوہ اور ان سے سوا ہے۔

جریر بن عبداللہ بجلی سے روایت ہے کہ (ایک رات کو ہم) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، آپؐ نے چاند کی طرف دیکھا، اور یہ چودھویں رات تھی (اور چودھویں کا چاند پوری آب و تاب کے ساتھ اور بھرپور نکلا ہوا تھا) پھر آپؐ نے ہم سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ: یقیناً تم اپنے پروردگار کو اس طرح دیکھو گے جیسے کہ اس چاند کو دیکھ رہے ہو اور تم کو اس کے دیکھنے میں کوئی کشمکش نہیں کرنی پڑے گی، اور کوئی زحمت نہیں ہوگی، پس اگر تم یہ کر سکو، کہ طلوع آفتاب سے پہلی نماز اور غروب آفتاب کے پہلے والی نماز کے مقابلے

قسط دوم

نسیم ملک

قافلے دل کے چلے

۴۲۹ - ایسٹرن پارک وے، بروکلین، نیو یارک جو اگلے پندرہ دن کے لیے ہمارا مستقر تھا، ایک دو منزلہ بلاک کے تقریباً شروع میں اوپر والا گھر تھا لکڑی کے بنے اِس گھر میں پانچ کمرے، ایک کچن، ایک باتھ روم اور آٹھ بلیاں تھیں۔ یہ گھر حلقے کی ایک خاتون رکن نائلہ بہن کا تھا جو انہوں نے ہمارے اس پروگرام کے لیے خالی کر دیا تھا۔ ایک چھوٹے کمرے میں حضرت المکرم مدظلہ العالی کے لیے گدا بچھا ہوا تھا۔ دو جڑواں کمرے ہم نے مسجد بنا لیے۔ ایک کمرے میں جناب کرنل صاحب اور مَیں آباد ہو گئے — پانچویں کمرے میں ملک صاحب اور فیض صاحب نے ڈیرے ڈال دیے اور اللہ اللہ خیر سلّا۔

اس گھر میں قابلِ تذکرہ چیزیں صرف تین تھیں۔ ایک تو بلا کنڈی اکلوتا باتھ روم، دوسرا بلا مالک ہشت بلیات اور تیسرا چڑچڑا سیڑھیوں کے نیچے بڑبڑاتا کرایہ دار — باتھ روم کے متعلق کم از کم مَیں کافی فکر مند تھا۔ ایک تو کنڈی کی غیر موجودگی میں کوئی بھی ناخوشگوار حادثہ پیش آ سکتا تھا۔ دوسرا تمام احباب کے وضو کے لیے کافی وقت درکار ہوتا۔ ہمارے پُر زور اصرار پر عبدالہادی نے دوسرے دن ایک کنڈی لا کر لگا دی — مگر مزے کی بات یہ ہے کہ ہمیں وضو کا کبھی کوئی مسئلہ نہیں پیش آیا۔ تمام احباب آرام سے وقت پر تیار ہو جاتے۔ یہ بات میرے لیے ہمیشہ ایک خوشگوار حیرت کا باعث بنی رہی۔ بلیوں کا مسئلہ البتہ مجھ سے حل نہ ہو سکا۔ دراصل مجھے اِس حیوان سے خاص دلچسپی نہیں اور وہ تھیں کہ اپنی مالکہ کے فراق میں ہر وقت آرائش خم کاکل اور ایک مَیں تھا کہ اندیشہ ہائے دور و دراز!

انہی بلیوں کی طرح ہمارے نیچے والا کرایہ دار بھی ہم سے خفا ہی رہا۔ جب کبھی بھی ہماری محفل پاکستانی انداز میں گرم ہوتی وہ ناہنجار گھنٹی بجا کر مالک مکان سے شکایت کی دھمکی دے کر ہمارا مزا کرکرا کر دیتا۔ اسے احباب کی آمد و رفت ایک آنکھ

نہ جاتی، یقیناً شیطان نے اس سے خصوصی مذاکرات کیئے ہوں گے۔

نیویارک پورے امریکہ میں جرائم کے لحاظ سے سرفہرست ہے اور پورے نیویارک میں بروکلین کا علاقہ سب سے آگے ہے۔ یہاں دن رات سائرن ہی بجتے رہتے ہیں۔ اگر پولیس اور ایمبولینس کے سائرن بند ہو جائیں تو فائر بریگیڈ کے بجنے شروع ہو جاتے ہیں۔

ہم جس علاقے میں تھے وہاں تمام آبادی کالوں کی تھی وہاں رہتے ہوئے پہلی مرتبہ اپنی گندمی رنگت پہ پیار آیا۔ اللہ کریم کی عجیب رحمت ہے جس نے ایسے علاقے کو منتخب فرمایا اور وہاں پر اپنی تجلیات مرکوز فرما دیں۔ گناہ کی اس دلدل میں اپنی الفت کے پھول کھلا دیئے۔ شیطان کے اس گڑھ میں اپنے نام کا ایک شہر آباد فرمایا۔ بحرِ ظلمات میں اپنے انوارات کے چراغ روشن فرمائے۔ نہ صرف اپنے چاہنے والوں کے دلوں کو اپنی یاد سے منور فرمایا بلکہ ان کے لیے اپنے کیسے عظیم بندے کو دنیا کے دوسرے کونے تک لے گیا۔ سبحان اللہ ثم سبحان اللہ۔

ہم تقریباً ظہر کے وقت پہنچے۔ قدرے آرام کیا۔ وہاں تقریباً تقریباً ۶ بجے عصر، مغرب ساڑھے آٹھ بجے اور عشاء دس بجے رات کو ہوتی تھی۔ شام ہوئی اور جان اینڈریو آگیا۔

جان اینڈریو ایک امریکن تھا جو پچھلے پچیس سال سے سویڈن میں ایک سکول میں انگریزی پڑھا رہا تھا۔ تقریباً سات آٹھ سال پیشتر حضرت المکرم مدظلہ العالی سے متعارف ہوا۔ اور تب سے آپ کے ساتھ خط و کتابت کرتا رہا۔ آپ کے پروگرام کا سن کر ہمارے پاس نیویارک پہنچ گیا۔ جب ہم سے ملا تو اس کے چہرے پر ہوائیاں اُڑ رہی تھیں اور پسینے چھوٹ رہے تھے۔ بات ہوئی تو کہنے لگا مجھ پر ہر وقت ایک شدید قسم کا خوف طاری رہتا ہے۔ پوچھا کیوں؟ کہنے لگا معلوم نہیں، بس بچپن سے میری یہی حالت ہے۔ ہر چیز سے ڈر لگتا ہے اور اس پر مستزاد کہ ہر وقت کسی آنے والی مصیبت سے ڈرتا رہتا ہوں۔ لک صاحب کو جان اینڈریو بہت پسند آیا۔ اس کے ساتھ گپ لگاتے رہتے اور اس پر مشق تبلیغ بھی فرماتے۔ کبھی کبھار جب فرطِ جذبات میں اس سے فرماتے تم مجھے بہت اچھے لگتے ہو میں تم سے محبت کرتا ہوں تو اس وقت جان اینڈریو کی حالت قابلِ دید ہوتی۔ اس کے چہرے کا رنگ سرخ ہو جاتا اور وہ کنکھیوں سے اِدھر اُدھر دیکھ کر بڑے شرمائے انداز میں زیرِ لب مسکراتا۔

شام کے وقت احباب آئے۔ عبدالہادی اور یوسف نے پندرہ پندرہ دن کی رخصت لی ہوئی تھی۔ تقریباً پندرہ ساتھی جمع ہو گئے۔ ذکر کیا، عشاء پڑھی اور واپس چلے گئے۔ ہم بھی کھانا کھا کر سو گئے۔

دوسرے دن چھ جون کو تقریباً سارا دن آرام کیا۔ چونکہ ہفتے کا دن تھا اور ہفتہ اور اتوار امریکہ میں تعطیل ہوتی ہے اس لیے کافی سارے احباب ظہر کے وقت اکٹھے ہوگئے۔ ظہر کے بعد صحبتِ شیخ کی طویل نشست عصر کے بعد مغرب تک جاری رہی۔ احباب کے سوالات عموماً طریقۂ ذکر اور الوارات کے متعلق تھے۔ مغرب کے بعد ذکر ہوا۔ بعد از عشاء طعام اور پھر آرام۔۔۔ سات جون کو نیویارک دیکھنے کا پروگرام بنا۔ محمد عبدالرحمٰن کی کار میں بعد از ظہر بروکلین سے چلے۔ بڑا سا پل بروکلین برج عبور کر کے چائنا ٹاؤن سے ہوتے ہوئے مین ہیٹن پہنچے۔ مین ہیٹن نیویارک دل سمجھا جاتا ہے۔ اہم ترین عمارات اسی حصے میں ہیں۔ ہم نے وال سٹریٹ سے گزر کر امپائر سٹیٹ بلڈنگ دیکھی۔ پھر ورلڈ ٹریڈ سنٹر دیکھا۔ یہ دنیا کا سب سے بڑا تجارتی مرکز سمجھا جاتا ہے۔ اس علاقے میں بیشتر عمارتیں اتنی اونچی ہیں کہ دیکھتے ہوئے ٹوپی گر جاتی ہے۔۔۔ کار میں مزید کچھ دیر پھرنے کے بعد واپسی پر دور سے مجسمۂ آزادی ملاحظہ کیا اور عصر کے وقت واپس پہنچے۔ عصر کے بعد صحبتِ شیخ کی مبارک نشست کا آغاز ہوا۔ احباب کے سوالات کے جواب حضرت مدظلہ العالی خود انگریزی میں دیتے۔ کبھی کبھار جناب کرنل صاحب سے ارشاد فرما دیتے کہ جواب تفصیلاً سمجھا دیں۔ لیکن یہ شاذ ہی ہوتا۔۔۔ حضرت المکرم مدظلہ العالی کے تمام ارشادات احباب خود ہی سمجھ جاتے۔۔۔ میں اس بات کا ہمیشہ سے قائل رہا ہوں کہ گفتگو کے لیے ہم زبانی شرط نہیں۔ یہاں اس کا عملی مشاہدہ کیا۔ جس خوبصورت اور مؤثر انداز میں شیخ کی بلا واسطہ بات احباب کے دلوں میں اُتر جاتی، کوئی ترجمہ اس کا حق ادا نہ کر پاتا۔۔۔ مفہوم کو دل میں اُتارنے کے لیے کیفیات الفاظ کو کہیں پیچھے چھوڑ جاتی ہیں۔ میرے خیال میں تو الفاظ کو اثر بھی یہی کیفیات عطا کرتی ہیں خاص طور پر جب کسی صاحبِ دل کے قلب سے منعکس ہو رہی ہوں تو ان کے اثرات ہی کچھ اور ہوتے ہیں۔ اگرچہ الحمدللہ ہمیں ہر وقت صحبتِ شیخ کی سعادت نصیب رہی مگر احباب کے ساتھ گفتگو کا یہ پیریڈ ہمیشہ منفرد اثرات کا حامل رہا۔ احباب کا اندازِ گفتگو بڑا پسندیدہ تھا۔ جو بات پوچھنی ہوتی، صاف صاف، بلا جھجک، بڑے دھیمے اور مؤدب طریقے سے پوچھتے۔ جواب سمجھ میں نہ آتا تو ہمیشہ دوبارہ دریافت کرتے۔ سوال پوچھنے کے لیے ہر ساتھی اپنی باری کا انتظار کرتا۔ پھر ہاتھ اُٹھا کر شیخ کی توجہ اپنی طرف مبذول کر کے سوال کرنے کی اجازت چاہتا۔

امریکی تہذیب میں اس طرح کے آداب کا رواج نہیں۔ آج احباب نے اسقاطِ حمل کے متعلق سوال پوچھا۔ وہاں پر آج کل یہ موضوع بہت عام ہے۔ عام پبلک اس کے حق میں ہے جبکہ کچھ دین پسند عناصر اس کی مخالفت کر رہے ہیں اور اسے

قتل کے برابر قرار دیتے ہیں۔

حضرت المکرم نے اس کا بہت صاف اور مدلل جواب ارشاد فرمایا۔ آپ نے فرمایا کہ شکمِ مادر میں بچے کے جسم میں ایک سو بیس دن کے بعد روح ڈالی جاتی ہے ظاہر ہے اس کی حیات کا انحصار اس اتصال کے بعد ہو گا۔ اس لیے اس مدت سے قبل، اسقاط کے عمل پر قتل کا اطلاق نہیں کیا جا سکتا لیکن یہ سخت گناہ اور بے حد ناپسندیدہ فعل ہے۔ البتہ جب اس جسم میں جان ڈال دی جاتی ہے تو پھر اسقاط کو قتل کے برابر قرار دیا جا سکتا ہے۔

احباب کو یہ مختصر اور سیدھا جواب بہت پسند آیا۔ میں نے بھی زندگی میں اتنے مشکل مسئلے کا اس قدر آسان حل آج پہلی مرتبہ سنا۔

رات کو میں نے اپنے ایک دوست فاروق کو فورٹ ورتھ ٹیکساس فون کیا۔ آگے سے ٹیپ شدہ پیغام ملا کہ فاروق گھر پر نہیں۔ اگر آپ نے کوئی پیغام دینا ہو تو ٹیپ کرا دیں۔ میں نے اپنی مشین کو اپنا نام و فون نمبر دے دیا۔

آٹھ جون کو صبح کی نماز کے بعد دوبارہ صحبتِ شیخ کی محفل جمی۔ اس مرتبہ احباب نے سود اور حرام کھانے کے متعلق استفسار کیا۔ حضرت المکرم مدظلہ العالی نے سودی نظام اور حرام کھانے کے نقصانات پر روشنی ڈالی۔ ارشاد فرمایا کہ ان کے مضرات کا اظہار نہ صرف اگلی دنیا میں ہو گا بلکہ اس دنیا میں بھی ان کے مضر اثرات ظاہر ہوتے رہتے ہیں۔

امریکن سوسائٹی میں معاشی اور خوردنی نظام کی بنیاد ہی ان منکرات پر ہے۔ آپ حضرات کو ان سے بچنے کی حتی الوسع کوشش کرنی چاہیئے۔ ہمارے ذمہ مقدور بھر کوشش ہے۔ اللہ کریم تمام حالات سے باخبر ہیں اور غفور الرحیم ہیں۔

ناشتہ کے بعد آٹھ بجے برانکس میں چڑیا گھر دیکھنے کا پروگرام بنا۔ وہاں تک زیرِ زمین ریلوے کے ذریعے عازمِ سفر ہوئے۔ ہماری قیام گاہ سے دوسرے بلاک کے نیچے اس کا اسٹیشن تھا۔ امریکہ میں اسے سب وے کے نام سے پکارتے ہیں۔ ایک ڈالر فی کس لے کر مشین میں ٹوالیل اور اسٹیشن کے اندر داخل ہو جائیں۔ اس کے بعد آپ چاہیں جس قدر سفر کریں، اس سب وے سسٹم کے ذریعے جہاں مرضی آئے چلے جائیں، جب تک اسٹیشن سے باہر نہیں نکل آتے، آپ کا وہی ٹکٹ چلتا رہتا ہے۔ دل چاہے تو تا حیات زیرِ زمین مسافر رہیں۔ کسی کو کوئی اعتراض نہ ہو گا ـــــ عبدالہادی نے بتایا کہ نیویارک میں رہائش کا مسئلہ اس قدر سنگین ہے کہ کافی غریب خاندان اسی سب وے کو قیام گاہ کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔

ہم نے چار نمبر ایکسپریس لی۔ کچھ دیر کھڑے رہے پھر آہستہ آہستہ جگہ ملنے پر بیٹھتے گئے ـــــ یوسف عبدالغفور ہمراہ تھا۔ گاڑی نے اسٹیشن

چھوڑتے ہی رفتار پکڑلی اور پھر اس قدر تیز ہوگئی کہ جناب کرنل صاحب کی ڈرائیونگ یاد آگئی ۔ کم از کم میں نے اس قدر تیز ٹرین میں سفر نہیں کیا تھا ۔ مجھے نیویارک کا یہ سب وے سسٹم لندن کے ٹیوب سسٹم سے زیادہ صاف اور تیز تر محسوس ہوا۔ ہر ڈبے میں پورے سسٹم کا نقشہ لگا ہوتا ہے، جس سے آپ کو یہ علم ہوجاتا ہے کہ آپ نے کس اسٹیشن پر گاڑی تبدیل کرنی ہے ۔ ہم نے راستے میں ایک جگہ اُتر کر لوکل ٹرین پکڑی اور تقریباً پونے دس بجے برانکس چڑیا گھر پہنچ گئے۔ چڑیا گھر دس بجے کھلتا تھا۔ ایک آدمی کے لیے تقریباً پونے چار ڈالر کا ٹکٹ تھا۔ ہم گیٹ سے ذرا ہٹ کر انتظار کرنے لگے۔ میں نے پونے چار کو پانچ سے ضرب دینا شروع کردیا کہ ہمارے سامنے چڑیا گھر کی چھوٹی سی کھلی کار آکر رکی۔ اس میں سے ایک آدمی السلام علیکم کہتے ہوئے اُترا اور ہماری طرف آیا۔ پوچھنے لگا آپ کس ملک سے آئے ہیں۔ ہمارے بتانے پر اس نے زور سے نعرہ لگایا آئیں آئیں آپ میرے مہمان ہیں۔ ہمیں ساتھ لے کر وہ گیٹ سے بلا ٹکٹ اندر گزر گیا۔ اندر جاکر اس نے ہمیں کارڈ دیا۔ کہنے لگا اگر کوئی بات ہو تو مجھ سے رابطہ قائم کرلیں ۔ خدا حافظ کرکے گاڑی میں بیٹھ کر یہ جاوہ جا !

ہم نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور سر ہلایا۔ جان اینڈریو تو بالکل ششدر رہ گیا۔ اسے سمجھ میں نہ آیا کہ اس کے ساتھ کیا ہوگیا ہے۔

ہم نے وسیع و عریض چڑیا گھر دیکھنا شروع کردیا۔ بے شمار جانور اپنے قدرتی ماحول میں مزے سے پھر رہے تھے ۔ اس دن سکول کے بچوں کا بہت رش تھا۔ ہر گروپ کے ساتھ ایک استانی یا استاد تھا جو ان سے جانوروں کے متعلق بتاتا جاتا۔ پونے دو گھنٹوں میں ہم آدھے سے کم دیکھ پائے۔ چونکہ ظہر بروکلین پڑھنی تھی اس لیے واپس ہوئے اور سب وے کے ذریعے ڈیڑھ گھنٹے میں گھر پہنچے ۔ سخت نیند آئی ہوئی تھی۔ ظہر پڑھی کھانا کھاکر عصر تک سوگئے۔ عصر کے بعد احباب صحبتِ شیخ کے لیے جمع ہوگئے۔

ایک سوال کے جواب میں حضرت المکرم مدظلہ العالی نے ارشاد فرمایا کہ اس دنیا میں رہتے ہوئے انسان جس قدر مراقبات حاصل کرتا ہے وہی اس کے لیے علیین بن جاتے ہیں ۔ برزخ میں جاکر اس کی روح وہیں قیام کرتی ہے برزخ میں مقامات نہیں بدلتے مگر ان کی کیفیات ہر آن بدلتی رہتی ہیں۔ کیونکہ اگر کیفیات بھی وہی رہیں تو روح یکسانیت کی وجہ سے تنگ آجاتے اور یہ انعام اس پر گراں گزرے۔ یہ بات چونکہ انعام کے بنیادی مفہوم کے خلاف ہے، اس لیے ہر مقام کی کیفیات تبدیل ہوتی رہتی ہیں۔

جان اینڈریو ہمارے ساتھ ہی مقیم تھا۔ ذکر میں بڑی قوت سے لطائف کرتا۔ نماز میں

ہمیں دیکھتا رہتا اور ہمارے ساتھ ہی قیام کرتا۔ رکوع اور سجود کرتا۔ مَیں نے محسوس کیا کہ اس کے چہرے پر پہلے جو ہوائیاں اُڑتی تھیں اب ان کی تعداد میں خاصی کمی آ چکی تھی اور اب خوف کی بجائے اس سے سکون مترشح تھا۔ مَیں نے دریافت کیا تو کہنے لگا کہ واقعی میری طبیعت پہلے سے بہت بہتر ہے۔ میرا خوف تقریباً پچاس فیصد ختم ہو گیا ہے۔ زندگی کا لطف اب آنا شروع ہوا ہے۔ مَیں نے دل میں کہا برادرم ہمیں بھی زندگی کا لطف ابھی آنا شروع ہوا ہے۔

۹ جون کو صبح کی نماز کے بعد ذرا لیٹا تھا، کہ ٹیکساس سے فاروق کا فون آ گیا۔ فاروق اور مَیں تقریباً سولہ سال پہلے قسمت کے ایک فیصلے کے تحت اپنی مرضی کے خلاف، دو سال کے لیے ایک جگہ پر اکٹھے ہو گئے۔ طبیعت کی موافقت کی وجہ سے گہرے دوست بن گئے۔ ان دنوں ہمیں اپنے متعلق یہ غلط فہمی تھی کہ ہم بہت عقل مند ہیں اور ہمارا واحد اور محبوب مشغلہ دوسروں کو تنگ کرنا تھا۔ جب اس قیام بالجبر سے نجات ملی تو فاروق امریکہ چلا آیا۔ آج جب اُس نے فون کیا تو کہنے لگا مَیں تقریباً ۳ گھنٹے کے فاصلے پر ہوں۔ تمہیں ملنے اس شرط پر آ سکتا ہوں کہ نماز نہیں پڑھاؤ گے۔ مَیں نے کہا تمہاری ہر شرط منظور ہے، بس تم آ جاؤ۔

حضرت مدظلہ العالی اور مَیں تقریباً گیارہ بجے طالب اور یوسف کے ہمراہ شہر چلے گئے۔ وہاں ایک دکان پر عطر خریدے اور تقریباً ایک بجے واپس پہنچے تو فاروق آ چکا تھا۔ ظہر پڑھ، کھانا کھا کر فاروق کہنے لگا کہ حضرت تشریف لے چلیں مَیں آپ کو شہر کی سیر کراؤں۔ جناب ملک صاحب نمعلوم اس وقت کہاں تشریف لے گئے تھے۔

حضرت المکرم مدظلہ العالی، جناب کرنل صاحب اور مَیں فاروق کے ہمراہ اس کی کار میں شہر چلے آئے۔ اِدھر اُدھر گھوم چکے تو فاروق نے کہا کہ یہاں ایک پاکستانی چوہدری صاحب کا بڑا اچھا کیفے ہے مَیں وہاں آپ کو چائے پلاتا ہوں، اس کی مٹھائی بہت مشہور ہے۔ تھوڑی سی وہ بھی کھا لیں گے۔ کیفے پہنچ کر حضرت المکرم مدظلہ العالی اور جناب کرنل صاحب ایک میز کے سامنے تشریف فرما ہوئے اور فاروق اور مَیں کاؤنٹر پر ٹرے لے کر مٹھائی لے کر چلے گئے۔ ہم واپس آئے اور مٹھائی میز پر رکھی تو حضرت المکرم مدظلہ العالی نے کھانے سے انکار کر دیا اور بڑی ناراضگی کا اظہار فرمایا۔ ہم پریشان ہو گئے کہ خدایا ہم سے کونسی ایسی لغزش سرزد ہو گئی ہے جو حضرت کی ناراضگی کا سبب بنی۔ حضرت المکرم مدظلہ العالی نے فرمایا جب تم مٹھائیاں لے رہے تھے تو تم سے ذرا ہٹ کر ایک سردار جی سکھ کھڑا ہوا تھا عین ممکن ہے کہ مٹھائیوں کی تیاری میں وہ بھی شریک ہو۔ ہم دونوں نے مڑ کر دیکھا تو واقعی کاؤنٹر سے چند قدم اندر ایک سردار جی مٹرگشت کر رہے تھے۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ نمعلوم کیسے اس ناہنجار

پر ہماری نظر پہلے نہ پڑی۔ فاروق بہت پریشان ہوگیا۔ اس کی اتنی پریشانی دیکھ کر حضرت بھی ہنس پڑے۔ چائے پی کر ہم باہر آگئے اور عصر کے لیے مسجد کی تلاش شروع کردی۔ ایک جگہ سڑک کے ایک طرف ایک شلوار قمیض والی خاتون ایک داڑھی والے مرد کے ہمراہ جارہی تھی۔ فاروق نے کار روک کر ان سے مسجد کا پتہ پوچھا۔ کہنے لگا اس کونے کے ساتھ موڑ کا لو وہاں مسلمانوں کی دکانیں ہیں۔ ان سے پتہ کرلو۔ غور سے دیکھا تو وہ بھی سکھ نکلا۔ حضرت مدظلہ العالی فرمانے لگے یہ بھی خوب رہی کہ مسجد کا رہبر بھی سردار جی ثابت ہوا۔ وہاں قریب ایک بنگالی بابے کے سٹور میں ہم نے عصر کی نماز پڑھی۔ اور ادھر اُدھر گھوم کر مغرب کے وقت واپس پہنچے۔ فاروق کہنے لگا میں کل فارغ ہوں۔ صبح آجاؤں گا اور آپ کو دوبارہ سیر کے لیے لے جاؤں گا۔ وہ اجازت لے کر چلا گیا۔ ہم نے مغرب پڑھی۔ ذکر کیا اور پھر عشاء پڑھ کر کھانے کے بعد لیٹ گئے۔

دس جون کو صبح ساڑھے دس بجے فاروق آیا۔ جناب لک صاحب اس دن بھی نہیں تھے۔ شاید طالب کے ہمراہ الٹبی تشریف لے گئے تھے۔ جناب لک صاحب اس دورے کے لیے پورے تیار ہوکر گئے تھے۔ ان کا ارادہ یہ تھا کہ امریکہ میں مستقل قیام کرکے دین کی بھرپور اشاعت و خدمت کی جائے اسی لیے وہ پاکستان سے سفینہ سوختند روانہ ہوئے اور تمام قیام کے دوران "رب انی لما انزلت الیّ من خیر فقیر" کی مجسم تفسیر بنے رہے۔ کیونکہ آج کل امریکہ میں مستقل قیام کا واحد ذریعہ یہی خیر ہے۔ پر مشکل یہ بنی کہ وہاں خیر اسود کی کثرت تھی جو جناب لک صاحب کو قبول نہ تھی اور خیر ابیض کے نزدیک اپنی حیثیت شتر اسود سے زیادہ نہ تھی۔ جناب لک صاحب تن تنہا لوٹ کے گھر کو آچکے ہیں۔ اب تو یہ خیر ان شاء اللہ خیرات حسان کی صورت میں ہی حاصل ہوگا۔ (جاری ہے)

بقیہ: **جنت میں دیدارِ الٰہی**

میں کوئی چیز کبھی تم پر غالب نہ آئے (یعنی کوئی مشغلہ اور کوئی دلچسپی اور کوئی آرام طلبی ان نمازوں کے وقت میں تمہیں اپنی طرف متوجہ نہ کرسکے) تو لازماً ایسا کرو (پھر ان شاء اللہ دیدارِ حق اور نظارۂ جمالِ الٰہی کی نعمت ضرور تم کو نصیب ہوگی۔) اس کے بعد آپؐ نے یہ آیت پڑھی: وسبح بحمد ربك قبل طلوع الشمس وقبل غروبها۔" (اور اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی تعریف کرو (یعنی اس کی تعریف بیان کرنے کے ساتھ ساتھ اس کی پاکی بیان کرو) سورج کے نکلنے سے پہلے اور سورج کے غروب ہونے سے پہلے۔"

فکرِ آخرت

(پروفیسر حافظ عبدالرزاق)

کچھ عرصہ سے ملک کے طول و عرض میں "اصلاحِ معاشرہ" کی مہم جاری ہے۔ جس کا بنیادی مقصد معاشرے میں پھیلی ہوئی ان گنت بُرائیوں اور جرائم کا سدِباب ہے۔ بلاشبہ یہ ایک نیک مقصد ہے۔ اور اشد ضروری بھی۔ مگر حقیقت کی نگاہ سے دیکھا جائے تو ؏

مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

کے مصداق معاشرہ روز بروز اخلاقی بگاڑ اور بے دینی و الحاد کا شکار دکھائی دیتا ہے۔ اس عمومی بگاڑ کو روکنے کی کوششیں ناکام ہوتی نظر آرہی ہیں۔

اِس حقیقت سے کسی کو انکار نہیں کہ معاشرہ افراد کا مجموعہ ہے۔ 'فرد' ہی ہر معاشرے کی اکائی تصور ہوتا ہے اس لیئے 'اصلاحِ معاشرہ' کے لیے ضروری ہے کہ فرد کی اصلاح سے اس نیک کام کا آغاز ہوگا۔ مگر پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ فرد کی اصلاح کیسے ہو؟

اِس مقام پر ہمیں کتاب و سنت اور تاریخ اسلام اور سیرتِ مقدسہ سے بڑی راہنمائی حاصل ہوتی ہے۔ لمحہ بھر کے لیے اُس معاشرے کو تصور میں لایئے جس کی اصلاح کا بیڑا ہادی اعظم و مُصلح کامل، صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اٹھایا تھا۔ جس معاشرے میں سرورِ کائنات صلّی اللہ علیہ وسلّم نے آنکھ کھولی تھی وہ ہر قسم کی معاشرتی اور اخلاقی برائیوں کا شکار تھا۔ بت پرستی، شراب نوشی، سُود، جوا، زنا، قتل و غارت، فتنہ و فساد، قبائلی عصبیت، لاقانونیت، بے دینی، الحاد اور جہالت جیسے سینکڑوں مہلک جرائم اور امراض اُس معاشرت کو کھوکھلا کر چکے تھے۔ اقوامِ عالم میں اہلِ عرب کو شدید نفرت و حقارت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا اور کوئی ترقی یافتہ قوم اہلِ عرب کو اس قابل نہ سمجھتی تھی کہ ان پر حکومت کی جائے۔ غرضیکہ عرب قبل از اسلام کی مجموعی کیفیت اور حالت کے متعلق یہی کہہ دینا

کافی ہے کہ ؎

تن ہمہ داغ داغ شد
پنبہ کجا کجا نہم!

عرب معاشرے کے اس عمومی بگاڑ کی اصلاح کے لیے نبیٔ صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے اول ایمان ویقین کی دعوت دی اور اس وادیٔ آب وگیاہ میں آپ کی یہ ایمان افروز آواز گونجی کہ:

یٰاَیُّھَا النَّاسُ قُوْلُوْا لَا اِلٰہَ
اِلَّا اللّٰہُ تُفْلِحُوْا۔

اگرچہ اُن لوگوں کے لیے یہ ایک انوکھی اور عجیب دعوت تھی۔ تاہم سلیم الفطرت افرادِ معاشرہ نے فوراً اس پر لبیک کہا اور حلقہ بگوشِ اسلام ہوئے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دعوت و اصلاح کا طریقہ کچھ ایسا تھا کہ آپ نے ایک ایک پر محنت کی۔ انہیں تعلیم وتربیت سے کندن بنایا اور اپنی نظرِ کیمیا اثر سے دیکھتے ہی دیکھتے بُت پرستوں کو خدا پرست بنا دیا ـــــــ

بقول شاعر ؎

خود نہ تھے جو راہ پر اوروں کے ہادی بن گئے
کیا نظر تھی جس نے مُردوں کو مسیحا کر دیا

حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقۂ تربیت واصلاح میں ایمان و یقین کو اولیت حاصل ہے۔ صحیح معنوں میں مع اللہ اُسی وقت قائم ہوتا ہے جب قلب میں ایمان کا نور راسخ ہوجائے اور جب یہ عملِ صالح کی طرف راہ ہموار کرنا شروع کردے۔ــــ فکرِ آخرت اور خوفِ خدا بھی ایمان ویقین کی ایک نہایت اہم شاخ ہے۔ ایمانیات پر بحث کرتے ہوئے علماء نے لکھا ہے کہ توحید، رسالت اور معاد ــــ یہ تین بنیادی حقائق ہیں جنہیں 'اُمہات المسائل' کہا گیا ہے اور قرآن مجید میں بہ تکرار ان کی اہمیت بیان ہوئی۔ اور ان کی طرف دعوت دی گئی۔

فکرِ آخرت ــــ یعنی اُخروی جوابدہی کا احساس اور خوفِ خدا ــــ یہی وہ فکری اساس تھی جس پر اسلام کی عمارت استوار ہوئی اور دعوتِ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر لبیک کہنے والوں کی زندگیوں میں ایسا عظیم انقلاب آیا کہ شتربان ساری دنیا کے لیے ہادی اور مسیحا بن گئے۔ اور آسمانِ ہدایت کے روشن ستارے بن کر اُبھرے۔

رضی اللہ عنہم اجمعین۔

یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ کسی اعلیٰ ہستی کے سامنے جوابدہی کا احساس ویقین انسان کی فکری وعملی اصلاح کے لیے نسخۂ اکسیر ہے۔ ایمان بالآخرت کا فقدان ہو تو انسان بھٹک جاتا ہے اور گمراہیوں کے اندھیروں میں جا پڑتا ہے۔ چنانچہ ارشادِ ربانی ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ

بِالْاٰخِرَةِ عَنِ الصِّرَاطِ
لَنَاكِبُوْنَ ۝
یعنی جو لوگ آخرت کا یقین نہیں رکھتے، وہ صراطِ مستقیم سے دُور جا پڑتے ہیں۔ لہٰذا افراد اور معاشرے کی اصلاح کا قرآنی نسخہ یہ ہُوا کہ ان میں حقیقی فکرِ آخرت۔ خدا کے حضور پیشی و جوابدہی کا احساس اور بازپُرس کا یقین پیدا کیا جائے۔ جس خدائے عظیم نے انسان کو بے حدّ و حساب نعمتوں اور صلاحیتوں سے نوازا ہے، اُسے یہ حق ہے کہ کل قیامت کے روز انسان سے ان نعمتوں کے استعمال کے بارے میں پوچھے اور ان کے غلط استعمال پر سزا دے۔

مگر آج کے مادی و سائنسی دور میں فکرِ آخرت کا انتہائی فقدان ہے جس کی بنیادی وجہ وہ گمراہ کن مغربی فلسفہ ہے جس کے مطابق زندگی بس یہی کچھ ہے جو انسان اس دنیا میں گزارتا ہے۔ اس طبعی عمر کے اختتام کے بعد نہ کوئی دوسری زندگی ہے نہ کوئی محاسبہ اور جوابدہی۔ لہٰذا اہلِ مغرب کے ہاں زندگی کا مقصد اور راز یہ ہے کہ!

EAT, DRINK,
ENJOY AND DIE

اسی بنا پر مغربی مفکرین اس بات پر مُصر ہیں کہ

بابر بہ عیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست

ان حالات میں "فکرِ معاد" کی جگہ "فکرِ معاش" نے لے لی ہے۔ اور بعثت بعد الموت کا اسلامی تصوّر ذہنوں سے محو ہو گیا ہے۔ انسان کی دوڑ دھوپ اِسی چند روزہ حیاتِ مستعار تک محدود ہو گئی اور اعمال کی جوابدہی کا احساس اور خدا تعالیٰ کے حضور پیش ہونے اور جزاء الاعمال کا یقین دلوں سے مٹ رہا ہے۔

زندگی کے اس غلط اور احمقانہ تصوّر کے علی الرغم اگر ایک باشعور انسان خالص عقلی طور پر اور انصاف سے سوچے تو اس فطری نتیجے پر پہنچنے میں اُسے ذرا دیر نہیں لگتی کہ محاسبے کا ایک ایسا دن ضرور ہونا چاہیئے جسے قرآن میں یوم الدین کہا گیا ہے جبکہ انسان کے زندگی بھر کے اعمال کا جائزہ لیا جائے اور اُسے ٹھیک ٹھیک جزا و سزا دی جائے۔ ظالم کو اُس کے ظلم کی سزا ملنی چاہیئے اور نیکوکاروں کو ان کے نیک اعمال کے صلے میں انعام و اکرام ملنا چاہیئے۔ یہی حق و انصاف کا تقاضا ہے۔ یہ دنیا تو محض دارالعمل ہے نہ کہ دارالجزاء۔ یہاں عموماً ظالم، فاسق و فاجر لوگ چور دروازوں سے بچ نکلتے ہیں جبکہ نیکوکار اور شرفاء کو بلا جواز ظلم و تعدی کا شکار ہونا پڑتا ہے۔ پھر یہ بھی عقل ہی کا فیصلہ ہے کہ ذاتِ باری تعالیٰ کے لیے (عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْر ہونے کی بنا پر) دوبارہ پیدا کرنا اور میدانِ قیامت میں محاسبے کے لیے لا کھڑا کرنا کچھ بھی مشکل نہیں۔ وہ

اپنی کن فیکونی قدرت کی بنا پر جب چاہے اور جو چاہے کر سکتا ہے۔

عقل کے اس فیصلے کے بعد آیئے اب کتاب و سنت سے ایمان بالآخرت اور فکرِ معاد کی ضرورت و اہمیت کا اندازہ کریں اور تعلیماتِ ربانی سے عبرت و موعظت حاصل کریں۔

فکرِ آخرت کے متعلق آیاتِ قرآنی

ارشاد فرمایا :

(۱) "اے لوگو۔ اپنے ربّ سے ڈرو اور اس دن سے ڈرو جب نہ کوئی باپ بیٹے کی طرف سے نہ بیٹا باپ کی طرف سے کوئی مطالبہ ادا کر سکے گا۔ یقیناً اللہ کا وعدہ سچا ہے سو تمہیں دنیوی زندگی دھوکے میں نہ ڈالے، نہ تم کو دھوکہ باز شیطان۔ اللہ سے دھوکہ میں ڈالے"

(سورۂ لقمان : ۳۳)

(۲) "جو شخص (بغاوت کا) مجرم ہو کر اپنے ربّ کے پاس حاضر ہو گا کہ اس کے لیے دوزخ (مقرر) ہے جس میں نہ مرے گا نہ جیئے گا اور جو شخص ربّ کے پاس مومن ہو کر حاضر ہو گا جس نے نیک کام بھی کیے ہوں سو ایسوں کے لیے بڑے اونچے درجے ہیں۔" (سورہ طٰہٰ : ۷۴، ۷۵)

(۳) "ہر جان کو موت کا مزا چکھنا ہے اور تمہیں پوری پاداش قیامت کے روز ملے گی۔ تو جو شخص دوزخ سے بچا لیا گیا اور جنت میں داخل کیا گیا سو وہ پورا کامیاب ہوا اور دنیوی زندگی تو صرف دھوکے کا سودا ہے۔" (سورۂ آلِ عمران : ۱۸۵)

(۴) "آپ فرما دیجئے ــــ اللہ تم کو زندہ رکھتا ہے پھر جب ( ) چاہے گا تم کو موت دے گا پھر قیامت کے دن جس میں ذرا شک نہیں تم کو جمع کرے گا لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔"

([illegible] : ۲۶)

(۵) "اور جو شخص (دنیا میں) اپنے ربّ کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرا ہو گا اور نفس کو (حرام) خواہش سے روکا ہو گا سو جنت اس کا ٹھکانہ ہو گا۔"

(سورہ نازعات : ۴۰/۴۱)

(۶) "اور ڈرو تم ایسے دن سے کہ نہ تو کوئی شخص کسی شخص کی طرف سے کچھ مطالبہ ادا کر سکتا ہے اور نہ کسی شخص کی طرف سے کوئی سفارش قبول ہو سکتی ہے۔ اور نہ کسی کی طرف

سے کوئی معاوضہ لیا جا سکتا ہے۔..." الخ

(سورہ بقرہ : ۴۸)

(۷) "بہت سے چہرے اُس روز (ایمان کی وجہ سے) روشن ہوں گے اور بہت سے چہروں پر اُس روز (کفر کی وجہ سے) ظلمت ہوگی اور اس کے ساتھ اُن پر (غم کی) کدورت ہوگی۔"

(سورہ عبس : ۳۸-۳۹-۴۰)

(۸) "سو جو شخص (دنیا میں) ذرہ بھر نیکی کرے گا وہ اس کو (وہاں آخرت میں) دیکھ لے گا اور جو شخص ذرہ برابر بدی کرے گا وہ اس کو دیکھ لے گا۔"

(سورہ الزلزال : ۷/۸)

آیات بالا کا ماحصل

اوّل

یہ کہ اللہ کے حکم اور قدرتِ کاملہ سے قیامت ضرور قائم ہوگی۔ بعثت بعد الموت ایک یقینی اور اٹل حقیقت ہے۔

دوم

یہ کہ تمام اولادِ آدم کے دنیوی اعمال نیک بد کا حساب ہوگا۔ اچھے اور بُرے اعمال کا پورا پورا حساب ہوگا۔ اچھے اور بُرے اعمال کا پورا پورا بدلہ جزا و سزا ہوگی۔ فیصلہ کرتے وقت کوئی سفارش قبول نہ کی جائے گی۔

سوم

یہ کہ روزِ حساب نفسا نفسی کا سماں ہوگا۔ کوئی کسی کے کام نہ آئے گا اِلّا یہ کہ باذن اللہ شفاعت ہو سکے۔

چہارم

یہ کہ نیک اعمال والے اُس روز خوش و خرم ہوں گے۔ ان کے چہرے خوشی و اطمینان نیز نورِ ایمانی سے چمک رہے ہوں گے۔ جبکہ اعمال بد والے کفار و مشرکین کے چہروں پر ظلمت ہوگی اور ایسے مجرمین کو جہنم کی سزا مل کر رہے گی۔ نیک اور صالح لوگ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جنت کی لازوال نعمتوں سے لطف اندوز ہوں گے۔

پنجم

یہ کہ اللہ قادرِ مطلق ہیں جس طرح وہ انسان کو اوّل نطفہ سے پیدا کرنے پر قادر ہیں اسی طرح انسان کی دوبارہ پیدائش (خاک کے ذرّوں اور بوسیدہ ہڈیوں سے) پر بھی وہ قادر ہیں۔ اللہ کی قدرتِ کاملہ کا یقین ہونا شرطِ ایمان ہے۔

ششم

یہ کہ جب موت یقینی ہے اور قبروں سے اُٹھ کر میدانِ حشر میں محاسبے کے لیے جمع ہونا اٹل ہے تو انسان کو اُس روز کی رسوائی اور اللہ کی گرفت اور عذاب سے بچنے کے لیے دنیوی زندگی میں خوفِ خدا اور فکرِ آخرت پیدا کرنا چاہیئے اور نفسانی خواہشات اور شیطانی مکر و فریب سے بچ کر زندگی گزارنا چاہیئے۔

ہفتم ————

یہ کہ ایک مسلمان کے لیے اصل اور دائمی کامیابی یہ ہے کہ وہ دوزخ کے رُسوا کن عذاب سے بچ جائے اور رحمتِ الٰہی کے مقام یعنی جنّت میں داخل کر دیا جائے۔ اسی حقیقی کامیابی اور دائمی عزّت کے لیے اُسے دنیوی زندگی کی مہلت ملی ہے اور اُسے اعمالِ صالحہ اور ایمانی زندگی گزارنے کی ترغیب دی گئی ہے۔

(ب) ایمان بالآخرت اور فکرِ معاد کے متعلّق ارشاداتِ رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم :

چند آیاتِ قرآنی کے بعد آئیے یہ دیکھیں کہ زبانِ وحی ترجمان — صادق الامین — سرورِ کونین، ہادیٔ برحق، آقائے نامدار صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فکرِ آخرت کی ضرورت و اہمیت کس قدر اُجاگر کی ہے اور بھٹکے ہوئے راہیوں کے لیے کس طرح منزل کی نشاندہی کی مائی ہے :—

(ارشاد فرمایا ؛

(۱) والذی نفسی بیدہٖ لو تعلمون ما اعلم لبکیتم کثیراً و لضحکتم قلیلاً ۰

"(یعنی) قسم ہے اُس ذاتِ پاک کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ اگر (اللہ کے قہر و جلال اور آخرت کے ہولناک احوال کے متعلق) تمہیں وہ سب معلوم ہو جائے اور رونا زیادہ۔"

(بخاری)

(۲) حضرت ابی بن کعبؓ سے روایت ہے کہ — رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کا معمول تھا کہ جب دو تہائی رات گزر جاتی تو آپ اُٹھتے اور فرماتے "اے لوگو! اللہ کو یاد کرو، اللہ کو یاد کرو، اللہ کو یاد کرو (یاایہا الناس اذکروا اللہ اذکروا اللہ ... الخ) قریب آگیا ہے ہلا ڈالنے والا قیامت کا بھونچال (نفخۂ اولیٰ) اور اس کے پیچھے آ رہا ہے دوسرا (نفخۂ ثانی) موت اُن سب احوال کو ساتھ لے کر سر پر آ چکی ہے جو اُس کے ساتھ آتے ہیں، موت اپنے مضمرات کو لے کر سر پر آ چکی ہے۔" (ترمذی)

(۳) حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم پیشاب فرما کر (جلدی سے) تیمم فرما لیتے تھے۔ میں عرض کرتا یا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم پانی تو آپؐ کے قریب ہے (تیمم میں آپؐ نے اتنی جلدی کیوں فرمائی؟) آپؐ جواب میں ارشاد فرماتے مجھے کیا معلوم کہ (ابھی ابھی کیا ہونے والا ہے) شاید میں پانی تک پہنچ بھی نہ سکوں (اور اس سے قبل ہی وقتِ وصال آ جائے۔ (شرح السنہ)

(۴) ایک موقعہ پر ارشاد خداوندی — ثُمَّ

لتسئلن یومئذ عن النعیم ۝ (یعنی قیامت کے دن ان نعمتوں کے بارے میں تم سے ضرور سوال کیا جائے گا) کی تشریح میں آپ نے فرمایا کہ تین چیزوں کے سوا اور کسی چیز میں انسان کا حق نہیں اوّل، رہنے کے لیے مکان (چھوٹا سا) دوم، شرمگاہ کو چھپانے کے لیے کپڑا۔ سوم، پانی اور روٹی کا ٹکڑا جس سے انسان اپنی بھوک اور پیاس روک سکے۔

مطلب یہ کہ ان تین چیزوں کا سوال اللہ نہیں فرمائیں گے۔ بشرطیکہ یہ بقدرِ ضرورت ہوں، اور جائز طریقوں سے حاصل کی گئی ہوں) ہاں ان کے سوا بندہ کے پاس جو کچھ (دنیا میں) ہوگا یا اس کے استعمال میں آئے گا اُس کا سوال ہوگا (حساب ہوگا) اور ان نعمتوں کے بدلہ میں طلب کیا جائے گا۔

اِس ارشادِ مبارک سے مراد یہ ہے، کہ انسان دنیا کی حیاتِ مستعار، خالی زندگی میں ضروریات سے بڑھ کر فضولیات اور تعیش میں نہ پڑ جائیں۔ اللہ کی نعمتوں کو غفلت سے نہ کھائیں، نہ اپنا حق سمجھ کر کھائیں بلکہ حسابِ اخروی کا ذہن میں رکھ کر اور اس فکر سے نعمتوں کو استعمال کرے کہ ان کے بدلے عملِ صالح کی ترغیب ہو۔ جس نسبت سے خدا تعالٰے کی نعمتیں استعمال کرے اسی نسبت سے اس کی عبادت اور ادائے حقوق کا دھیان رکھے۔

(۵) حضرت عبداللہ بن عمرؓ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا کندھا پکڑ کر ارشاد فرمایا کہ کن فی الدنیا کانک غریب۔۔۔۔ الخ کہ دنیا میں اس طرح رہ جیسے تو پردیسی ہے یا راہ چلتا ہوا مسافر۔۔۔ جب شام ہو جائے تو صبح کا انتظار نہ کر اور صبح ہو جائے تو شام کا انتظار مت کر۔

(۶) حضرت ابوسعید خدری رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں کیونکر خوش اور بے غم ہو کر رہ سکتا ہوں۔ جبکہ واقعہ یہ ہے کہ صُور پھونکنے والا فرشتہ صُور کو اپنے منہ میں لیے ہوئے ہے اور وہ کان لگائے اور پیشانی جھکائے اس انتظار میں ہے کہ کب حکمِ الٰہی ہو اور وہ صُور پھونکے یہ سُن کر صحابہ کرامؓ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ صلی اللہ علیہ وسلم (جب معاملہ اس قدر نازک ہے) تو ہماری راہنمائی فرمایئے کہ قیامت کی ہولناکیوں اور سختیوں سے بچنے کے لیے ہم کیا کریں؟) چنانچہ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہتے رہا کرو ـــــ

"حَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ"

(ترمذی)

(۶) حضرت انس رضؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اِس دنیا کی مثال اُس کپڑے کی سی ہے جو

اوّل سے آخر تک پھاڑ دیا گیا۔ اور بس سرے پر ایک دھاگے سے وہ جڑا رہ گیا اور یہ آخری دھاگا بھی عنقریب ٹوٹا ہی چاہتا ہے۔"
(رواہ البیہقی فی شعب الایمان)

یعنی قیامت بہت قریب ہے لہٰذا اس کی طرف سے غفلت نہ کی جائے بلکہ ہر وقت اس کی فکر اور تیاری کی جائے۔

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہ اور صلحائے اُمّت کا تقویٰ اور فکرِ آخرت کے چند ایمان افروز واقعات

(۱) امام المتقین واصدق الصادقین، خلیفہ بلافصل حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اپنے مرتبے اور مقام کے اعتبار سے اگرچہ پوری اُمّت کے سردار ہیں، جنہیں یارِ غار اور یارِ قبر ہونے کا فخر بھی حاصل ہے مگر دوسری طرف ان کے تقویٰ اور فکرِ آخرت کا یہ حال ہے کہ ایک دفعہ ایک حقیر تنکے پر نگاہ پڑتی ہے تو معاً فکرِ آخرت سے تڑپ اُٹھتے ہیں اور فرماتے ہیں کاش کہ میں ایک تنکا ہوتا۔ کیونکہ تنکے سے اُخروی محاسبہ نہیں ہو گا مگر مجھے محاسبہ ہو گا۔

(۲) حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ — جو مرادِ رسول صلعم تھے اور جن کی شان میں خود رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو وہ عمر بن الخطاب ہوتے۔) کی فکرِ آخرت کا یہ حال تھا کہ اُن کے دورِ خلافت میں ایک دفعہ بیت المال کا ایک اُونٹ گم ہو گیا چنانچہ عین دوپہر کے وقت سخت گرمی میں چادر ڈالے حضرت عمر فاروق رض (خلیفۂ وقت) اس کی تلاش میں نکلے۔ حضرت عثمان رض نے دیکھا تو عرض کیا کچھ دیر بعد بھی تلاش ممکن تھی، اس دھوپ میں کیوں تکلیف فرمائی۔ اس پر حضرت عمر رض نے ارشاد فرمایا جہنّم کی آگ اس سے بھی سخت ہے۔ حضرت عثمان رض نے مکرر عرض کیا — اچھا تو میں اپنے غلام کو بھیج دیتا ہوں۔ آپ آرام فرمائیں۔ حضرت فاروقِ اعظم رض نے فرمایا کہ قیامت میں تم سے یا تمہارے غلام سے باز پرس نہ ہو گی بیت المال سے متعلق تو باز پرس مجھ ہی سے ہو گی — اس لیے میں اپنی رہائی کی فکر خود ہی کرنا چاہتا ہوں۔"

حضرت عمر رض کو کسی صحابی نے وصال کے قریباً ۱۲ سال بعد خواب میں دیکھا کہ پیشانی سے پسینہ پونچھتے آ رہے ہیں۔ پوچھا "امیرالمومنین آپ کا کیا حال ہے۔"

فرمایا "عمر قریب بہلاکت ہو گیا تھا۔ مرنے کے بعد سے جو حساب شروع ہوا تو آج اُس سے فراغت ہوئی ہے۔ الحمد للہ کہ اللہ نے مجھے بخش دیا۔"

(۳) ترمذی کی روایت ہے کہ ایک شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا۔

"یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میرے کچھ غلام ہیں جو بسا اوقات مجھ سے جھوٹ بولتے ہیں۔ خیانت کرتے ہیں اور میری نافرمانی کرتے ہیں۔ میں کبھی انہیں گالیاں دیتا ہوں کبھی سزا۔ اس وجہ سے میرا قیامت کے روز کیا حال ہو گا (یعنی اللہ تعالیٰ میرا اور ان کا فیصلہ کس طرح فرمائے گا)"

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"قیامت کے دن تمہاری سزا اور غلاموں کے جھوٹ و خیانت کا پورا پورا حساب ہو گا۔ تمہاری سزا اُن کے قصوروں کے بقدر رہی تو معاملہ برابر پر ختم ہو جائے گا۔ اگر تمہاری سزا کم نکلی تو تمہارا فاضل حق تمہیں ملے گا اور اگر تمہاری سزا اُن کے قصوروں سے زیادہ ثابت ہوئی تو تم سے اس کا بدلہ اور قصاص اُن کو دلوا یا جائے گا۔"

جب اُس شخص نے یہ سُنا تو ایک طرف ہٹ کر (خوف سے) رونے لگا اور چلّانے لگا۔ (قیامت کے محاسبے اور عذاب کے خوف سے اُس پر گریہ غالب ہوا اور وہ ادب کی وجہ سے ایک طرف ہٹ کر رونے لگا۔) اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس کو فرمایا:

"کیا تم نے قرآن مجید میں اللہ کا یہ ارشاد نہیں پڑھا کہ ("اور ہم قیامت کے روز انصاف کی میزانیں قائم کریں گے۔ کسی پر کچھ بھی ظلم نہ ہو گا اگر کسی کا حق یا عمل رائی کے دانے کے برابر بھی ہوا تو اُسے حاضر کریں گے اور ہم حساب کرنے والے کافی ہیں۔") اس پر اُس شخص نے عرض کیا" یا رسول اللہ! میں یہ جاننے کے بعد) اپنے لیے اور اُن غلاموں کے لیے اس سے بہتر کچھ نہیں سمجھتا کہ اُن کو آزاد کر کے) اپنے سے الگ کر دوں (تاکہ قیامت سے محاسبے سے بچ جاؤں) لہٰذا میں آپ کو گواہ کرتا ہوں کہ میں نے اُن کو آزاد کر دیا۔" (معارف الحدیث ج۱)

(۴) حضرت امام سفیان ثوریؒ نے خلیفہ ہارون الرشید سے بعد از خلافت ملنا چھوڑ دیا حالانکہ اُس سے بہت گہری دوستی تھی۔ ایک دفعہ خلیفہ کا خط حضرت امام کے نام آیا تو آپ نے اُس خط کو ہاتھ سے نہ کھولا بلکہ ایک لکڑی سے کھولا۔ خط میں ہارون الرشید نے یہ شکوہ لکھا کہ آپ نے مجھ سے ملنا چھوڑ دیا۔ اس پر امام ثوریؒ نے سخت جواب لکھا کہ تم بیت المال میں بے جا تصرف کرتے ہو (خلیفہ اگرچہ خود نیک و پرہیزگار تھا مگر حضرت امام کے مذاق و معیار کے موافق احتیاط نہ کرتا تھا) لہٰذا حضرت نے لکھا کہ قیامت میں تم سے اس بے جا تصرف کی باز پرس ہو گی۔ اس لیے میں نے تجھے

ملنا چھوڑ دیا کہ مبادا کہیں میں بھی غضب میں گرفتار نہ ہو جاؤں۔

(۶) حضرت ابراہیم ادھم رحؒ نے درویشی کی خاطر سلطنت ترک کر دی تو ایک وزیر آپ کے پاس حاضر ہوا اور عرض کیا کہ آپ نے ہمارا دل توڑ دیا۔ سلطنت کے ساتھ درویشی کو جمع کر لیتے تو کیا مضائقہ تھا۔ آپ نے فرمایا بھائی فکر کے ساتھ کوئی کام نہیں ہو سکتا۔ اگر تم مجھے ایک فکر سے چھڑا سکو تو میں سلطنت کرنے کا وعدہ کرتا ہوں۔ وزیر نے پوچھا فرمایئے کیا فکر ہے۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے (ایک جماعت جنت میں ہوگی، اور ایک دوزخ میں) مجھے اس امر کی فکر ہے کہ میں کس فریق میں ہوں گا۔ اس فکر کے ہوتے ہوئے سلطنت کا کام کیسے کر سکوں گا۔ وزیر یہ سُن کر بہت متحیر ہوا اور کچھ جواب نہ دے سکا۔

(۷) حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحؒ حکیم الامّت اور مجدد الملّت تھے۔ مگر فکرِ آخرت کا یہ حال تھا کہ ایک دفعہ ریل کے طویل سفر پر روانہ ہوئے۔ حسبِ قواعد سامان کی بکنگ اور محصول وغیرہ ادا کرنا چاہا مگر معتقدین نے اصرار کیا کہ آپ یونہی سامان لے جائیں، ہم ریلوے گارڈ سے کہہ دیں گے! اس پر آپ نے فرمایا "آگے کیا ہوگا"، جملہ معتقدین اشارہ نہ سمجھ سکے اور پھر عرض کیا کہ آپ فکر نہ کریں، آگے کچھ نہیں ہوگا۔ گارڈ آپ کا سامان منزل تک بھجوانے کا انتظام کر دے گا۔ چنانچہ آپ نے پھر تڑپ کر کہا "بھئی آگے کیا ہوگا؟" اب وہ لوگ سمجھے کہ حضرت کا اشارہ 'آخرت' کے محاسبے کی طرف ہے کہ وہاں جب اس کا حساب ہوگا تو کیا ہوگا کون بچائے گا! — آگے 'یوم الحساب' کے دوران کیا ہوگا۔ یہ سُن کر وہ لوگ بہت پشیمان ہوئے اور حضرت کی منشاء کے مطابق سامان کی بکنگ وغیرہ ازروئے قواعد کرائی گئی — حضرت نے اپنے عمل سے ان لوگوں کے قلب و ذہن میں فکرِ آخرت کی ایسی شمع روشن کر دی جس کی کرنیں آج بھی محسوس کی جا سکتی ہیں۔

المختصر یہ کہ فکرِ آخرت کی ایسی تابناک مثالوں اور ایمان افروز واقعات سے اُمّت کی تاریخ جھلکتی نظر آتی ہے۔ جن کے بیان کے لیے دفتر درکار ہیں۔ تاہم اصلاحِ احوال کے لیے یہ چند واقعات مع قرآنی آیات و احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم بہت کافی ہیں۔ فکرِ آخرت اور اصلاح ہی کے لیے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمّت کو یہ دعا تعلیم فرمائی ہے۔

اَللّٰھُمَّ حَاسِبْنِیْ حِسَابًا یَّسِیْرًا

(اے اللہ (روزِ محشر) میرے لیے حساب آسان فرمانا)

مشنری ادارے

ملّتِ اسلامیہ کے خلاف ایک سازش

(شوکت علی — مدرس صفارہ اکادمی — منارہ)
(سابق سیکرٹری جنرل پاکستان کرسچین یوتھ)

گلا تو گھونٹ دیا اہل مدرسہ نے تیرا
کہاں سے آئے صدا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ

جس سے آج تک ہم چشم پوشی کرتے چلے آرہے ہیں دوسرے الفاظ میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں۔ کہ ہم اپنے مٹنے کا سامان خود ہی پیدا کر رہے ہیں کیونکہ جو قوم اپنے دشمن کی تیز کھو بیٹھتی ہے جلد ہی مٹا دی جاتی ہے۔

اخبار نوائے وقت کی ایک جائزہ رپورٹ کے مطابق اسلامی جمہوریہ پاکستان میں عیسائی سکولوں ہسپتالوں کا وجود اور تعداد میں ہزارگنا اضافہ مسلمانوں کے لمحہ فکریہ اور غیرت اسلامی کے لیئے ایک بہت بڑا چیلنج ہے تعلیمی ادارے قوم کے معمار۔ اگر یہ سچ ہے کہ تعلیمی ادارے قوم کے معمار ہوتے ہیں تو صد حیف اس عظیم مسلمان قوم پر جس کے معمار عیسائی مبلغین ہیں رو ہیۓ ناعاقبت اندیشی والدین کی عقل پر جو یہ بھول بیٹھے ہیں کہ عنقریب اُنہیں خدا کے حضور جواب دہ ہونا پڑے گا کہ انہوں نے اپنی اولاد کی پرورش کیسے کی اور تعلیم و تربیت کیسے مسلمان نسل کو تباہ کرنے اور مذہب سے بیگانہ کرنے میں عیسائی ادارے تو پہلے ہی سے سرگرم عمل تھے کہ مسلمانوں کا ایک مخصوص ٹولہ بھی چند روپوں کے دنیاوی مفاد کی خاطر اُن کی مدد کو میدان میں آنکلا ہے یہ لوگ قوم کے وہ سوداگر ہیں جو اپنی بھولی بھالی قوم کو عیسائیوں کی سازش کے پھیلائے اس جال میں پھنسانے کے لیئے اپنے ضمیر کا جنازہ نکال رہے ہیں آج کل دیکھنے میں آرہا ہے کہ عیسائی بعض نام نہاد مسلمانوں کی اکثریت عیسائی سکولوں سے فارغ التحصیل کی ملی بھگت سے مسلمانوں کا نام استعمال کرتے ہوئے عیسائی سکول کھول رہے ہیں اس قسم کے بعض وہ مسلمان ہیں۔ جو عیسائیوں کے ناموں سے اپنے سکول چلا رہے ہیں اُن سے کوئی پوچھے کہ وہ انگریزی یا عیسائی ناموں کی بجائے جناحؒ یا سرسیدؒ کے ناموں میں کوئی کشش محسوس نہیں کرتے تیسری قسم اُن مسلمانوں کی ہے جو عیسائی سکول کھولنے میں مدد دیتے ہیں اور اپنے ذاتی مفاد کے لیئے ان اداروں کو قائم دائم رکھنے کے لیے اپنے ایمان کی دھجیاں بکھیر کر قوم کو مستقبل کی تاریکیوں میں دھکیل دیتے ہیں ان لوگوں میں قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

پاکستان میں سوچی سمجھی سکیم کے تحت گلی گلی عیسائی سکول کھولے جا رہے ہیں

وَلَنْ تَرْضٰى عَنْكَ الْيَهُوْدُ
وَلَا النَّصٰرٰى حَتّٰى تَتَّبِعَ
مِلَّتَهُمْ ط

(سورہ بقرہ : ۲۰)

"اے ایمان والو یہودی اور عیسائی تم سے ہرگز راضی نہ ہوں گے جب تک تم ان کے طریقوں پر نہ چلوگے"

ایک اور جگہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے ۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰٓى
اَوْلِيَآءَ ... فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ ط

(سورہ مائدہ : ۵۱)

"یہودی اور عیسائیوں کو اپنا دوست نہ بناؤ کیونکہ یہ مسلمانوں کے دوست نہیں ہو سکتے اور یاد رکھو جو کوئی انہیں اپنا دوست بنائے گا اس کا شمار انہی میں سے ہوگا۔

ہر مسلمان پر فرض ہے کہ وہ اپنی غیر مسلم اقلیت کی جان مال اور عزت و آبرو کی حفاظت کرے اور اس کے مذہب کا احترام کرے لیکن ساتھ ہی اسلام اس بات کی بھی اجازت نہیں دیتا کہ غیر مسلم اقلیتیں کھلم کھلا اسلامی نظریات کو نقصان پہنچاتی رہیں خصوصاً اس وقت مسلمان بچوں کے معصوم ذہنوں کو عیسائیت کے رنگ میں ڈھالا جا رہا ہے لہٰذا پاکستان میں دیسی یا بدیسی عیسائیوں کو اس بات کی اجازت نہیں دی جا سکتی کہ وہ مشنری سکولوں میں مسلمان شاہین بچوں کو مذہب اسلام سے بیگانہ کریں یا مشنری ہسپتالوں میں گھرے ہوئے مصیبت زدہ مریضوں کے ایمان پر حملہ آور ہوں اگر اُن کا مذہب سچا ہے تو اُن کو تبلیغ کا مخصوص طریقہ کار اپنانا چاہیے سکولوں میں معصوم بچوں اور ہسپتالوں میں پریشان مریضوں کی نسبت پوری طرح باشعور بالغ اور صحت مند مسلمان کسی دوسرے مذہب کو زیادہ بہتر طریقے سے سمجھ سکیں جیسا کہ مسلمان دینِ حق کی دعوت اُن غیر مسلموں کو دیتے ہیں جو بالغ اور باشعور ہوتے ہیں ۔ چوروں کی طرح کسی مذہب پر وار کرنا یا نقصان پہنچانا بذاتِ خود ایک بہت بُرا فعل ہے اور ظاہر ہے کہ اس فعل کی اجازت کوئی سچا مذہب نہیں دے سکتا لہٰذا غیر مسلم اقلیت کو چاہیے کہ وہ سوچی سمجھی سکیم کے تحت پاکستان میں گلی گلی سکول کھولنے ڈسپنسریاں کھولنے چھوڑ کر کسی اور شعبہ زندگی کی طرف رجوع کریں میں ایک پاکستانی کی حیثیت سے والدین سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ اپنی ذمہ داریاں کو سنجیدگی کے ساتھ محسوس کرتے ہوئے اپنے بچوں کو دینی دنیاوی اور آخرت کی بھلائی کے ساتھ ساتھ اُن کے درخشاں مستقبل کو مدِ نظر رکھتے ہوئے مندرجہ ذیل باتوں کی چھان بین کریں گے ۔

۱ ۔ کیا سکول مالکان ۔ انتظامیہ پرنسپل اور اساتذہ مسلمان ہیں ۔

۲ - مالکان اور انتظامیہ کس قسم کی شہرت کی حامل ہے
۳ - سکول کھولنے کا مقصد قوم کی خدمت کرنا ہے یا پیسہ کمانا ہے۔
۴ - کیا سکول کی مینجنگ باڈی گورنمنٹ رجسٹرڈ ہے۔
۵ - کہیں سکول مالکان کا تعلق شعبہ تعلیم کے علاوہ کسی اور سے تو نہیں۔
۶ - کیا سکول محکمہ تعلیم کا منظور شدہ ہے۔
۷ - آئیے ایک سچے مسلمان اور محب وطن پاکستانی کی حیثیت سے یہ عہد کریں کہ وہ اسلام کی سربلندی کے لیئے پاکستان کی بقا کے لیئے قوم کے مستقبل کے لیئے کل کے پاکستان کو اچھی باکردار قوم دینے کے لیئے پاکستان میں عیسائی سکول ہسپتالوں کے وجود کو برداشت نہیں کریں گے اپنے اور اپنے احباب کے بچوں کو ان سکولوں میں داخل نہیں کرائیں گے۔

والدین کو چاہیے کہ

وہ اپنے بچوں کو

عیسائی مشنری

سکولوں میں داخل

کرانے سے گریز کریں

ہم یہ جانتے ہوئے بھی اپنے آپ کی اصلاح نہیں کر سکتے کہ غیر مسلم قومیں ہم کو کہاں تک صفحہ ہستی سے مٹانے میں مصروف ہیں لیکن ہم مسلمان ہی آپس میں متضاد راستہ اختیار کیئے ہوئے ہیں فرقہ پرستی کو ہوا دے رہے ہیں۔ کیا یہ ہم کو نقصان نہیں دیتی ہم خود ہی فرقہ پرستی کو ہوا دے کر غیر مسلم قوموں کو اپنے اوپر مسلط ہونے کے خود مواقع فراہم کرتے ہیں دوسروں سے گلہ کیا میں تمام عالم دین سے بھی عرض کروں گا کہ وہ ایسی باتوں سے گریز کریں غیر مسلموں کے لیئے ایک نمونہ بنیں جیسا کہ ہمارا مذہب اسلام تمام مذاہب کے لیئے ایک مشعل راہ ہے۔

سابقہ ادوار میں غیر مسلم قوموں نے مسلمانوں کو کس قدر پریشان کیا مثلاً

حکومت سپین میں مسلمانوں کی شکست کا سبب ان کی عیسائی اور یہودی بیویاں تھیں عربوں کی شکست کا سبب بھی اُن کی یہودی عیسائی بیویاں ہیں جس طرح غیر مسلم عورت کے گھر میں رہنے سے ایمان محفوظ نہیں رہ سکتا اس طرح غیر مسلم بیویوں کے گھروں میں رہنے سے سرکاری راز محفوظ نہیں رہ سکتے ہیں۔

اسلام میں غیر مسلم لوگوں کو اسلام میں آنے کے جو مواقع فراہم ہوئے ہیں وہ قطعاً پورے نہیں ہو رہے پہلے زمانے میں اسلام لوگوں پر چھایا ہوا تھا جو بھی غیر مسلم بیویاں ہوتیں تھیں اُن کو مذہب اسلام سے رنگ دیا جاتا تھا مگر آج کل کے دور میں ایسا نہیں ہو رہا بلکہ ہماری نوجوان نسل اسلام سے دور ہو رہی ہے۔

یہودی عیسائی بیوی کے بطن سے پیدا ہونے والی اولاد کے لیئے بہت دشواریاں ہیں جب باپ مرے گا مذہبی

رنگ نہ ہو تو اولاد بھی اسلام سے بے بہرہ ہوگی۔ غیر مسلم تو ہیں ایسی فراخدلی سے کام لے کر ہماری نوجوان نسل مذہب اسلام پر کاری ضرب لگا رہے ہیں ہم ہیں کہ سوچ بھی نہیں سکتے ۔

حال ہی میں یہود اور نصاریٰ نے ہماری نوجوان نسل کو تباہ کرنے کے لیئے ایک زبردست مہم کا آغاز کر دیا ہے اور اُن کی اس مہم نے ہماری نوجوان نسل کو اسلام سے گمراہ کرنے میں بہت مؤثر ثابت ہوئی ہے وہ کیا ہے ۔

وی ۔ سی ۔ آر

ہماری حکومت بھی اسلام نافذ نہیں کرنا چاہتی بہت سی تنظیموں نے بھی وی سی آر جیسی لعنت پر پابندی لگانے کے لیئے حکومت پر زور دیا ہے لیکن حکومت خاموش تماشائی بنی بیٹھی ہے میں ایک محب وطن پاکستانی اور سچے مسلمان کی حیثیت سے پرزور اپیل کرتا ہوں کہ حکومت پاکستان فی الفور اس لعنت پر پابندی عائد کر کے یہود اور نصاریٰ کی اسلام کو کمزور کرنے کی اس مہم کو ناکام بنانے کے لیئے پابندی عائد کرے ۔ میں آخر میں ہر مسلمان سے اپیل کروں گا کہ وہ غیر مسلم لوگوں کی باتوں میں نہ آئیں ان کے اداروں پر کڑی نظر رکھیں اپنے آپ کو اپنے بچوں کو دین سے بیگانہ نہ ہونے دیں ۔

اگر حکومت نے وی سی آر جیسی لعنت پر پابندی نہ لگائی تو ہم سب لوگ نام نہاد مسلمان سے بھی اگلے مقام پر چلے جائیں گے ۔

کلمہ طیبہ پڑھ لینا ہی کافی نہیں کلمہ طیبہ پر جب تک عمل نہ کیا جائے مسلمان نہیں کہلا سکتا آج کل کے دور میں یہ خیال کیا جاتا ہے کہ کلمہ طیبہ پڑھ لینا ہی کافی ہے مسلمان کی ابتدا ہے دائرہ اسلام میں داخل ہونے کی سند ہے ۔ لیکن عمل پیرا ہونے سے انسان جسمی طور پر دائرہ اسلام میں داخل ہو جاتا ہے ۔ اللہ تعالیٰ اُس کے سابقہ گناہ معاف فرما دیتے ہیں اُسے دلی تسکین میسر ہو جاتا ہے اندھیری زندگی سے نجات حاصل کر لیتا ہے ۔ غرض اللہ تعالیٰ ہر طرح کی رحمت سے اُسے مالا مال کر دیتے ہیں اسلام میں داخل ہونے کے بعد اُس مسلمان پر پانچوں رکن لازم ہو جاتے ہیں جو اُسے ہر وقت پورے کرتے جاہئیں ۔

نماز پنجگانہ ادا کرنے سے روح تازہ ہوتی ہے یہ روح کی خوراک ہے جیسا کہ انسان کھانے کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا اسی طرح انسان کی روح کو زندہ رکھنے کے لیئے نماز پنجگانہ کی ضرورت ہے اگر وہ مسلمان نماز پنجگانہ ادا نہیں کرتا تو وہ مسلمان کہلانے کا حقدار نہیں جو مسلمان نماز ادا نہیں کرتے اُنہیں مسلمان کہلانے کا حق نہیں کبھی انسان نے سوچا ہے کہ میرا مقصد اس دنیا میں آنا کیا تھا ۔

انسان اپنی ہر ضرورت کو پورا کرنے کے لیئے سارا سارا دن صرف کر دیتے ہیں لیکن نماز کے لیئے ۱۰ منٹ کا وقت نہیں نکال سکتے افسوس اور صد افسوس ایسے مسلمانوں پر جو نماز ادا نہیں کرتے اسلام کے ستون بننے کی بجائے اسلام کو کمزور کرتے اور اسلام کے راستے میں بدترین نمونہ پیش کرتے ہیں

اسلام ایک ایسا ضابطہ حیات ہے مکمل دین ۔ مکمل کتاب ایک ایسا نبی لے کر آیا جس جیسا نہ کوئی ہے اور نہ کوئی ہوگا تمام سابقہ کتابیں منسوخ ہو گئیں نبیوں کے دروازے بند ہو گئے جب میرے آقا کلی والے اس جہاں میں نور سے بشر بن کر تشریف

افہام و تفہیم

(حافظ عبد الرزاق)

ایوانِ اتحاد سے ایک خط موصول ہوا جس کا جواب حسب ذیل لکھا گیا۔

محترمی میاں محمد بشیر صاحب و صاحبزادہ صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

"جائزہ" پمفلٹ موصول ہُوا۔ شکریہ۔ پھر فقیر کو بالخصوص نام لے کر جو مخاطب فرمایا، اس کا مزید شکریہ۔ جو مہم آپ نے شروع کی ہے اللہ تعالیٰ اس میں برکت ڈالے۔ آمین

عام قاعدہ اور عوام و خواص کا اصولِ زندگی یہ ہے کہ فن کی بات ماہرِ فن سے پوچھی جائے اور اس کے قول کو AUTHORITY سمجھا جائے۔

چنانچہ علاج کے سلسلے میں ڈاکٹر کی بات حرفِ آخر ہوتی ہے۔ تعمیر کے لیے کسی انجنیئر سے مشورہ اور فیصلہ لیا جاتا ہے۔ موٹر میں نقص ہو تو کسی ماہر ٹکنیک کا فیصلہ قبول کرنے میں عار نہیں سمجھا جاتا۔ البتہ ایک قومی المیہ یہ ہے کہ دین کی بات ہو تو ہر لال بجھکڑ مجتہد کی حیثیت سے بات کرتا ہے۔ صحت کی بات ہو تو کوئی نہیں کہتا کہ اس پر ڈاکٹروں کی اجارہ داری ہے۔ تعمیر کا معاملہ ہو تو کوئی نہیں کہے گا کہ اس پر انجنیئروں کی اجارہ داری ہے "قانون" کی بات ہو تو کوئی نہیں کہے گا کہ اس پر سپریم کورٹ کے چیف جسٹس کی اجارہ داری ہے۔

مگر دین کی بات کے متعلق بغیر جھجک کہا جاتا ہے، کہ اس پر علمائے دین کی اجارہ داری ہے۔

مملکت کی "قانون" کی تعبیر کا حق تو سپریم کورٹ کے جج کو ہے مگر اللہ کے "قانون" کی تعبیر ہر ایرا غیرا نتھو خیرا کر سکتا ہے اور مطالبہ کر سکتا ہے کہ ؎

مستند ہے میرا فرمایا ہُوا

مگر زہے قسمت کہ آپ نے دین کے بارے میں کافی ریسرچ کی ہے جس کا ثبوت یہ ہے کہ آپ نے لکھا ہے:

"یہ طے شدہ بات ہے کہ اہلحدیث، بریلوی،

دیوبندی اور اہلِ تشیع کے بنیادی عقائد و نظریات میں کوئی فرق نہیں ۔"

یہ آپ کی ریسرچ کا نتیجہ نظر آتا ہے ۔ جب یہ طے شدہ ہے تو ظاہر ہے کہ کسی نے طے کیا ہوگا اور یقیناً وہ اس فن کے ماہر ہوں گے جنہوں نے یہ طے کیا اس لیے ان کا قول سند ہے اور وہ اس فن میں اتھارٹی ہیں۔

یہ آپ ہی جانتے ہوں گے کہ وہ طے کرنے والے کون ہیں ؟ ہم کم علموں کو تو اس کا کوئی سراغ نہیں ملا۔ البتہ جو اہلِ تشیع کی مہمات کتب کا مطالعہ کرنے کا موقع ملا اس کا ماحصل یہ ہے :

توحید :۔ انوار نعمانیہ ۱ : ۲۰۹ شیعہ محدث الجزائری)

"شیعہ نے بدا کا عقیدہ خدا کے لیے جائز رکھا اور بدا کے معنی یہ ہیں کہ خدا کسی شئے کا ارادہ کرے پھر خدا پہ وہ ظاہر ہو جو پہلے ظاہر نہ تھا اور اس سے لازم آئے گا کہ خدا تعالیٰ امور کے انجام سے جاہل ہے اور یہ بات نہایت صحیح ہے ۔"

(۲) اصول کافی

"زرارہ سے روایت ہے امام موسیٰ رضا فرماتے ہیں کہ اللہ نے کوئی ایسا نبی نہیں بھیجا جس سے شراب کے حرام ہونے کا اور عقیدہ بدا کا اقرار نہ لیا ہو"

عقیدۂ رسالت :

مختصر بصائر الدرجات صہ ۲۱۳

"جب امام مہدی ظاہر ہوں گے تو سب سے پہلے محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ان کے ہاتھ پر بیعت کریں گے ۔"

یعنی امام مہدی پیر ہوگا اور محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) مرید ہوں گے۔

شیعہ کا متفقہ عقیدہ :۔

" ائمہ کا درجہ تمام انبیاء سے بلند ہے اور محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے برابر ہے ۔"

ختمِ نبوت کا عقیدہ :

مرزائیوں نے حضور اکرم کے بعد ایک نبی مانا ، وہ کافر قرار پائے ۔

شیعہ کا عقیدہ : اصول کافی

"امام پر وحی آتی ہے ۔ شب قدر میں عقائد میں ترمیم و تنسیخ ہوتی ہے ۔"

(۲) شرح صافی کتاب التوحید صہ ۲۲۷

" ہر سال کے لیے علیحدہ کتاب ہے ۔ کتاب سے مراد یہ ہے کہ ان میں ان احکام و واقعات کی تفسیر جن کی امام کو آمدہ سال تک حاجت ہو۔ ملائکہ اور روح القدس شب قدر میں یہ کتاب لے کر نازل ہوتے ہیں۔ اس کتاب کے ذریعے اللہ تعالیٰ جن عقائد کو چاہے باطل قرار دیتا ہے اور جنہیں چاہے قائم رکھتا ہے ۔"

شیعہ کا بنیادی عقیدہ ہے کہ امام مامور من اللہ ہوتا ہے مفترض الطاعت ہوتا ہے اور معصوم عن الخطا ہوتا ہے ۔ امام پر وحی آتی ہے ۔"

یہ چاروں نبوت کی خصوصیات ہیں ۔ مرزائی ایک

نبی کے ماننے سے کافر ہو اور شیعہ بارہ نبی مان کر مسلمان کے مسلمان ہی رہے ۔

قرآن :۔ فصل الخطا ص ۳۳۸

" جو قرآن جبریل امین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائے تھے وہ سترہ ہزار آیات کا تھا۔ اور سلیم کی روایت کے مطابق ۱۸ ہزار آیت کا تھا۔ موجودہ قرآن ۶۲۳۶ آیت کا رہ ہے ۔"

شیعہ کا اقرار : (۱) تحریف قرآن کی روایات شیعہ کی معتبر کتابوں میں موجود ہیں جن پر شیعہ مذہب کا مدار ہے ۔ (فصل الخطاب)

(۲) تحریف قرآن کی روایات کثیر ہیں ۔ بلکہ دو ہزار سے زائد ہیں ۔ (ایضاً)

(۳) قرآن میں ہر قسم کی تحریف کی گئی ہے کلمات آیات، سورتیں، کمی بیشی ۔

(۴) تحریف قرآن کا عقیدہ رکھنا ضروریات دین شیعہ سے ہے ۔ (تفسیر مراۃ الانوار)

اور ضروریات دین کا انکار کفر ہے ۔

(۵) تحریف قرآن کی روایات کا انکار کریں تو امامت کے عقیدے کا انکار بھی کرنا پڑتا ہے ۔

(فصل الخطاب)

(۶) تحریف قرآن کا عقیدہ عادت اور عقل کے عین مطابق ہے ۔ (ایضاً)

" اصل قرآن کسی کو دیکھنا نصیب ہی نہیں ہوا ۔ وہ اماموں کے پاس دست بدست چلتا رہا اور بارھواں امام جو اس گیارہویں امام کا بیٹا ہے جو لاولد فوت ہوا اس قرآن کو لے کر غار میں چھپ گیا ۔

عقیدۂ آخرت : مختصر بصائر الدرجات ص ۲۲۴

" قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سُنیوں کے ایمان کا حصہ ان سے چھین کر شیعوں کو دے دے گا ۔ اور شیعہ کی تمام برائیاں ان سے چھین کر سُنیوں کو دے دے گا ۔ راوی کہتا ہے میں نے امام سے کہا قربان جاؤں کیا یہ مسئلہ کتاب اللہ میں ہے ۔ امام نے قسم کھا کر کہا ایسا ہو گا ۔ اے ابو اسحاق کیا تم نے یہ آیت نہیں پڑھی ۔ اولٰئک یبدل اللہ سیاٰتہم حسنات "

روضہ کافی ص ۱۴۰ امام باقر سے روایت ہے :

" پھر ہمیں بلایا جائے گا تمام انسانوں سے حساب لینا ہمارے سپرد کیا جائیگا خدا کی قسم ہم جنتیوں کو جنت میں داخل کریں گے دوزخیوں کو دوزخ میں ۔ پھر انبیاء کو بلایا جائے گا ۔ وہ دو صفوں میں عرش کے پاس کھڑے ہو جائیں گے اور اس وقت کھڑے رہیں گے کہ ہم حساب لینے سے فارغ ہو جائیں ۔"

کشف الغمہ ۲ : ۴۰۷ امام نے فرمایا :

" اے زید پل صراط سے گزارنا ہمارے ذمہ ہے ۔ وزن اعمال ہمارے ذمہ ہے ۔ شیعہ کا حساب لینا ہمارے ذمہ ہے ۔"

عدل کا یہ نقشہ بھی سامنے رکھیں اور اللہ تعالیٰ کے عدل کا نمونہ بھی دیکھ لیں۔

عقیدۂ امامت: محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین میں اس عقیدہ کا کوئی بیان نہیں۔ قرآن نے لفظ امام کافروں کے لیڈروں کے لیے بھی استعمال کیا ہے۔ فقاتلوا ائمۃ الکفر۔ مگر شیعہ کا عقیدہ یہ ہے:

(۱) امامت اصولِ دین سے ہے جیسے توحید، رسالت قیامت۔

(۲) امام اپنی موت کا وقت جانتے ہیں اور اپنے اختیار سے مرتے ہیں۔

(۳) امام ہر چیز کے متعلق جانتا ہے (یعنی خدا سے بھی سینئر ہے کیونکہ خدا کو تو بدا ہوتا ہے)

(۴) ائمہ کی شان ملائکہ مقربین اور نبی مرسل سے بھی بلند ہے۔

(۵) امام غائب جب ظاہر ہوں گے تو تمام دنیا پر شیعوں کی حکومت ہوگی۔

(۶) مسئلہ رجعت ضروریات دین سے ہے۔ اس کا منکر مذہب شیعہ سے خارج ہے۔

(۷) بارہ امام۔ رسولِ خدا کی طرح معصوم اور مفترض الطاعت ہیں۔ ایک امر میں رسولِ خدا پر فضیلت رکھتے ہیں کہ انہیں حلال کو حرام اور حرام کو حلال قرار دینے پر اختیار ہے۔

(۸) امام کے علوم صرف قرآن و حدیث سے ماخوذ نہیں بلکہ ان کے علاوہ ان کے پاس یہ وسائل ہیں۔ مصحف فاطمہ۔ کتاب علی چمڑے کا تھیلا جس میں اوّلین آخرین کے تمام علوم جمع ہیں۔ ہر جمعہ امام کو معراج کرایا جاتا ہے۔ ہر سال شب قدر میں ان پر ایک کتاب نازل ہوتی ہے۔

(۹) جس طرح نبی کا تقرر من جانب اللہ ہوتا ہے اسی طرح امام کو بھی خدا ہی مقرر کرتا ہے۔

(۱۰) ہر امام کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک رجسٹر ملتا ہے جس میں تمام شیعہ سنی کے نام مع ولدیت درج ہوتے ہیں۔ امام ہر آدمی کو دیکھتے ہی پہچان لیتا ہے۔"

اب ذرا آپ ریسرچ کریں اور دیکھیں کہ کیا یہ عقیدے اسلامی ہیں اور کیا مسلمانوں اور شیعوں کے عقائد میں بنیادی طور پر کوئی فرق نہیں۔ پھر آپ لکھتے ہیں "ایک خدا، ایک رسولؐ، ایک قرآن، ایک کعبہ، ایک کلمہ رکھنے والے یقیناً ایک ہیں۔"

اس میں کوئی شک نہیں مگر یہ ایک ہے کہاں۔

(۱) شیعہ کا خدا جاہل ہے جب کوئی کام ہو چکتا ہے تو اسے خبر ہوتی ہے اور مسلمانوں کا خدا ہر عیب سے پاک ہے۔

اور شیعوں کے تیرہویں امام خمینی نے کشف الاسرار صـ ۱۰۷ پر فرمایا:

"ہم اس خدا کی پرستش کرتے ہیں اور اس کو پہچانتے ہیں جس کے کام عقل کی بنیاد پر پختہ ہوتے

ہیں۔ اور عقل کے خلاف کوئی کام نہیں کرتا۔ نہ اس خدا کو جو خدا پرستی، عدالت، دینداری کا ایک شاندار محل تعمیر کرے اور خود ہی اس کی ویرانی کے درپے ہو اور یزید، معاویہ، اور عثمان اور ان جیسے دوسرے بدتماشوں کو انسانوں کی حکومت سپرد کردے۔"

مسلمانوں کے خدا نے تو عثمان، معاویہ اور ایسے ہی خلفاء راشدین کو حکومت دی، مگر شیعوں کا اور خمینی کا بے بس خدا " تک لک دیدم دم نہ کشیدم" کی تصویر بنا رہا۔

(۲) رسول :۔ مسلمانوں کا رسول افضل الانبیاء خاتم الانبیاء اور امام الانبیاء ہے

اور شیعوں کا رسول وہ ہے جو ان کے بارہویں امام کا مرید اور جو اماموں سے جو نیر کہ اسے حلال و حرام کے سلسلے میں کوئی اختیار نہیں۔

اور شیعوں کے ماڈرن امام کے نزدیک رسول کی شان یہ ہے :۔ کشف الاسرار صہ ۱۴۰

"مختصر یہ کہ اسی آیت اور ان قرآن کے ذریعے اور بہت سی احادیث سے یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ امامت کی تبلیغ کے سلسلے میں اللہ کا رسول لوگوں سے ڈرتا تھا! اگر کوئی شخص تاریخ و اخبار کی طرف رجوع کرے تو یہ حقیقت لوگوں کی سمجھ میں آجائے گی کہ پیغمبر کا لوگوں سے ڈرنا بجا تھا۔"

لیجیے شیعوں کا خدا جاہل، رسول ڈرپوک اور قرآن غائب۔

قرآن :۔ یہ گذشتہ صفحات میں آچکا ہے کہ شیعوں کے نزدیک اس موجودہ قرآن کو بدلا ہوا اور بگڑا ہوا نہ ماننا دینِ شیعہ سے خارج کر دیتا ہے۔

کلمہ :۔ محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جو کلمہ سکھایا اور سب کو پڑھا کر مسلمان بنایا، وہ ہے :

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

اور شیعوں کا کلمہ اس کے ساتھ آگے پچھریں کہ علی ولی اللہ وصی رسول اللہ وخلیفتہ بلافصل۔

خدا جانے آپ کو یہ سب ایک کیسے نظر آنے لگا۔ غالباً کسی خورد بین سے آپ نے دیکھا ہوگا۔ اور نتیجہ یہ نکالا کہ، نور و ظلمت، رات اور دن، کفر اور اسلام ایک ہی چیز ہے۔

آپ نے ایک گروہ کو صحابہ کا متبع قرار دیا اور ایسا ہونا بھی چاہیے۔ کیونکہ اللہ کریم نے قیام قیامت تک آنے والے ہر مسلمان پر اتباع صحابہ کو لازم قرار دیا ہے۔ اور یہ اصولی بات ہے کیونکہ نبی اور امت کے درمیان صحابہ ہی وہ واحد واسطہ ہیں، جن سے علوم نبوت امت تک پہنچے۔ صحابہ پر اعتماد نہ رہے تو دین اور نبوت کا کوئی عینی گواہ پایا ہی نہیں جاتا۔ تو اسی لیے اللہ کریم نے فرمایا۔

وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ۔

اب رہی یہ بات کہ شیعہ نے اللہ، اس کی کتاب، اور اس کے رسولؐ کی مخالفت بلکہ دشمنی کا بیڑا اُٹھا کر کیا گُل کھلائے۔

(۱) رجال کشی صہ ۴

" امام باقر سے روایت ہے کہ نبی کریمؐ کے بعد تمام صحابہ رضہ مرتد ہو گئے۔ صرف تین بچ گئے۔ پوچھا وہ کون ہیں۔ وہ مقداد، سلمان اور ابوذر۔"

اب بتایئے دین مرتدوں نے دنیا میں پھیلایا۔

(۲) تفسیر مراۃ الانوار ۱ : ۲۵۸

" امام باقر نے فرمایا ہمارے دشمنوں کا ذکر کتاب اللہ میں ان الفاظ میں ہوا ہے کسی کے لیے فحشا، کسی کا منکر، کسی کا بغی، جوا، شراب، ، ازلام، طاغوت، مردار خون، خنزیر کا گوشت ان سب الفاظ سے مراد صحابہ رسول ہیں۔"

(۳) تفسیر الانوار ۱ : ۲۵۸۔

آیت وَيَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ۔

امام باقر فرماتے ہیں فحشا سے مراد ابوبکر، منکر سے مراد عمر، اور بغی سے مراد عثمان ہے۔"

(۴) احتجاج طبرسی طبع قدیم صہ ۳ ۱۵۱

" خلفائے ثلاثہ کے عہد میں حق تو باطل ہو گیا اور باطل حق بن گیا۔ جھوٹ سچ بن گیا اور سچ کا نام جھوٹ رکھ دیا گیا۔"

اتحاد کی دعوت تو مبارک کام ہے مگر مسلمانوں کو جن کے ساتھ اتحاد کی دعوت آپ دے رہے ہیں ان سے بھی پوچھیے وہ کیا کہتے ہیں۔ اگر وہ آپ کو نہیں بتاتے تو سنیئے ہم بتاتے ہیں :۔

(۱) روضہ کافی صہ

" امام باقر نے فرمایا اے ابوحمزہ اللہ کی قسم ہمارے شیعوں کے بغیر دوسرے تمام انسان کنجریوں کی اولاد ہیں اور حرامی ہیں۔"

(۲) فروع کافی ۱ : ۸

" امام جعفر نے فرمایا اللہ تعالےٰ نے کتے سے بڑھ کر پلید چیز کوئی پیدا نہیں کی اور سنی تو کتے سے بھی زیادہ پلید ہے۔"

(۳) روضہ کافی صہ ۱۱۲

" امام جعفر نے فرمایا سنی نماز پڑھے یا نہ پڑھے دونوں برابر ہیں یہ آیت ان کے حق میں نازل ہوئی ہے، عاملۃٌ ناصبۃٌ تصلیٰ ناراً حامیۃ۔"

(۴) روضہ کافی صہ ۱۸۱

" سنیوں کے لیے دنیا اور آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔"

گزارش یہ ہے کہ ان حقائق پر آپ غور کریں۔ اتحاد کی قسمیں بھی ہیں اور ہر قسم کی الگ حدود بھی ہیں۔

(باقی صہ ۵۶ پر)

حمد باری تعالیٰ

ہر ایک نقطے میں سمٹی ہو حمد کی بات
میں لفظ لکھوں تو بس اس میں اس کی ذات کی بات
تمام سانس کسی نام کی مہک میں رچے !
تمام جسم کہ جیسے دعا میں اُٹھے ہات
مرے خدا تری تحمید اور گنگ زباں
مرے خدا تری تقدیس لفظ لفظ کی بات
مرے خدا میں تجھے دیکھ بھی نہیں پایا
یہ اور بات رگِ جاں سے ہے زیادہ ساتھ
تری ثنا ہے ستاروں کی چشمکوں میں لکھی
ترے گواہ یہ پھولوں کی پتیاں گُلُ پات
ترے وجود پہ شاہد دلوں کی رعنائی
ترے گواہ تری یاد میں کٹے لمحات

محمّد حامد

مرے خدا میں کہاں تیری حمد کے لائق
یہ اور بات کہ ذرّوں کے دل میں ہے تیری بات
مرے خدا تیری تحمید اور میں عاصی
مرے خدا تری پاکی کہاں پہ تیری صفات
مرے خدا میں ترے نام کی دہائی دوں!
عجیب دل کا سماں ہے یہاں نہ دن ہے نہ رات
گذر گئی ترے مستوں پہ وہ بھی تیرہ شبی
مگر یہ نام کی برکات شبنمیں برسات
دعا ہے آخری ہچکی بھی تیرے نام پہ ہو
تری ثنا کا زباں کا رہے ہمیشہ ساتھ
کہاں یہ حمد کہاں یہ محمّد حامد
مگر یہ نام بھی تو حمد ہی کی ہے سوغات

عرض بحضورِ سرورِ عالم

فاصلے صدیوں کے مٹ جائیں ان ہاتھوں میں دے دوں ہاتھ
اِس دربار میں اپنی قیمت یہ تو ہے قسمت کی بات

جس دربار میں خود اللہ اور اس کے فرشتے بھیجیں ہر دم
مَیں مسکیں ٹوٹے پھوٹے لفظوں میں بھیجوں درود و صلوات

دستِ طلب کو باندھ کے کیوں نہ آخر وہ خاموش کھڑا ہو
بِن مانگے جس در سے فقیر کو مل جائے اتنی خیرات

میرا مقدّر جب چمکا تھا آپؐ کے در پہ جب آیا تھا
ذہن میں اُجیالے آتے ہیں جب وہ یاد آتی ہے رات

آپؐ تلک مَیں کیسے آتا جن کا حوالہ ایک سبیل ! !
آپؐ اجازت دیں تو ان کا ذکر بھی ہو وے آپؐ کے ساتھ

میرے دل میں کچھ ذرّے ہیں اس کی خاک کے ناز ہے یہ
مرشد آباد کی دھول میں اُتری کہکشاؤں کی بارات

مرشدؒ آباد کی جگ مگ جگ مگ کرنوں کے مَیں واری جاؤں
ان کے سفر کے تابہ مشارہ کچھ تو بیاں ہو دیں حالات

غارِ ثور[۱] سے بصرہ[۲] پہنچیں واں سے آئیں وہ بغداد[۳] !
سرگودھا کی راہ میں آیا تھا ترکستان[۴] اور ہرات[۵]

---

[۱] حضورِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم و حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ [۲] حضرت امام حسن بصریؒ
[۳] حضرت داؤد طائیؒ و حضرت جنید بغدادیؒ [۴] حضرت خواجہ عبید الاحرار [۵] حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامیؒ و حضرت ابوالوہاب
محمد صالح [۶] سلطان العارفین حضرت خواجہ الادین مدنیؒ و مولانا عبدالرحیم رح

محمد حامد

صلی اللہ علیہ وسلم

جن کی قبریں روشن روشن تاروں سے بھی بڑھ کے ہیں !
ان کے وطن پہ ظلم و ستم کی بارش ہے جیسے برسات

خون میں ڈوبے ہیں سب قریے کھنڈر ویراں ہیں دیہات
بلخ اور غزنی ، قندز ، لوگر ، مولانا جامیؒ کا ہرات

آپؐ کے نوکر مسکووی سے کل تک لے لیتے تھے خراج
آج اسی کی زد میں ہلمند ، زابل اور ھزارہ جات

بھیگی آنکھیں آپؐ کی خدمت میں کب سے خاموش کھڑی ہیں
آپؐ کے سامنے سب ہیں آقا آپؐ کی اُمّت کے حالات

ہند کی ظلمت پھر چھٹ جائے ، پھر اجمیر کا در بھر جائے
آپؐ نے بھجوایا چشتیؒ کو داتاؒ آپ کی ہیں برکات

پھر دلی پہ سبز پھریرا قازاں دکن تا بنگال !
دین کے دشمن کو ہو ہزیمت بھاگے چھوڑ کے ہر اک گھات

خالی ہاتھوں حاضر ہوں میں ، جھولی بھر کے لوٹ کے جاؤں
بس اک چشمِ تر کا حوالہ گرتے آنسوؤں کی برسات

قافلہ اُمّت کی دُھول کا اک ادنیٰ ذرہ حامد ہے
آقا آپؐ کے صدقے واری ٹل جائیں ساری آفات

---

۷ قلزم فیوضات حضرت العلام مولانا اللہ یار خانؒ ۸ حضرت مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی (یہ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کے مشائخ ہیں) ۹ ماسکو کی چھوٹی سی ریاست
۱۰ مسلمانوں کی ریاست جو اَب روس میں ہے ۔

منارہ آنے والے احباب متوجہ ہوں

اللہ کریم کے فضل و کرم سے اب دارالعرفان میں ہر طرح کی سہولتیں ہر وقت میسّر ہیں۔ یعنی رہائش۔ خورد و نوش۔ ٹیلی فون وغیرہ۔ نیز حضرت ہر روز صبح تمام بیشتر اوقات وہاں موجود ہوتے ہیں۔ لہٰذا منارہ تشریف لانے والے تمام احباب ان سہولتوں سے پوری طرح فائدہ اٹھائیں اور حضرت کے گھر جانے کی کوشش نہ فرمائیں۔ اگر دارالعرفان میں حضرت موجود نہ ہوں تو آنے کا انتظار فرمائیں اور ازحد ضروری ملاقات کی صورت میں بذریعہ فون اطلاع کریں اور ہدایت کے مطابق عمل کریں۔ جو احباب مستورات کے ساتھ تشریف لادیں وہ بھی آگاہ ہوں کہ دارالعرفان میں مستورات کے لیے بھی باپردہ رہائش اور ہر قسم کی سہولتیں میسّر ہیں جن سے فائدہ اُٹھائیں اور حضرت کے گھر بہ قلیل وقت آرام میں مخل نہ ہوں۔

بقیہ : افہام و تفہیم

اتحاد بین المسلمین کا مفہوم اور تقاضے مختلف ہیں اور اتحاد بین الکافرین کے تقاضے اور حدود جُدا ہیں۔

اگر آپ شیعہ مذہب کو جانتے نہیں تو جاننے کی کوشش کیجیے اور اگر جانتے ہیں تو بھولے بھالے مسلمانوں کو دھوکا دینے کی کوشش نہ کریں۔ اس کام کے لیے ایک خمینی ہی کافی ہے۔

میں آپ کی "سمع خراشی" کے لیے معذرت خواہ ہوں۔

والسلام

بقیہ : مشنری ادارے

لائے اور کلام پاک اُن ہی پر نازل ہوئی آپ کے آنے پر تمام نبیوں کے دروازے تمام کتابوں کے راستے بند ہو گئے۔ اور آپ خاتم النبین کہلائے۔

سالانہ چندہ کی استدعا

"المرشد" کا نئے سال کا پہلا شمارہ آپ کے ہاتھ میں ہے براہ مہربانی نئے سال کا چندہ جلد از جلد ارسال فرمائیں